مدح و ثنائے آلِ احمد ہے کام میرا
الماس چھارچوی ہے مشہور نام میرا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible] امام علی رضا ... [illegible]

# غریب الغرباء

یعنی

## سوانح حضرت امام موسیٰ رضا علیہ التحیۃ والثنا

رشحۂ کلم

ابو الامیر سید محمد الیاس رضوی جارچوی

پبلشر

[illegible] امیر بک ایجنسی قصبہ جارچہ ضلع بلند شہر [illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یک طواف مرقد سلطان علی بن موسیٰ رضا — هفت هزار و هفت صد و هفتاد حج اکبر است

# غریب الغرباء

یعنی

## سوانح حضرت امام موسیٰ رضا علیہ التحیۃ والثنا

رقم کردہ


ابو الامیر سیّد محمد الیاس رضوی بارہوی



پبلشر

امیر بک ایجنسی قصبہ جارچہ ضلع بلند شہر

قیمت

یوسفی پریس دہلی میں چھپا — ۲۶ دسمبر ۱۹۳۲ء — (کتبہ مظہر نقوی)

# نذر

میں ان ناچیز اوراق کو اپنے آقا اور مولا سلطانِ خراسان مالکِ زمین و زمان غریب الغرباء معین الضعفاء والفقراء ابوالحسن حضرت امام موسیٰ رضا علیہ التحیۃ والثناء کے نامِ نامی پر معنون کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد الیاس جارچوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آلِ محمدؐ کی ولا جوش پر آئی ہے۔ قدرتِ خدا سے یہ بات
دل میں سمائی ہے کہ میلادِ امام ضامن ثامن علیہ السلام کو حیطۂ تحریر
میں لاؤں۔ توسنِ خامہ کو میدانِ قرطاس میں جولاں کر دکھاؤں۔
اور ضریحِ شاہِ خراسان پر نذر کے لئے لے جاؤں۔ پس آج ۲۵ر
ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ کو کہ بقولِ بعض علماء روزِ ولادتِ امامِ ہشتم ہے اسکی
ابتدا کرتا ہوں۔ خدا میری مدد کرے۔ اور ضرور کریگا۔ کیونکہ:۔

مدحتِ آلِ پیمبر ہی سعادت میری — ناز کرتے ہیں ملک دیکھکے عزت میری
اجر کیا کیا نہیں پاتی ہی یہ خدمت میری — طوبیٰ میرا ہے ارم میرا ہے جنت میری

سب ملا مجھکو بتاؤ تو رہا کیا باقی !
پا گیا اتنا کہ رکھنے کی نہیں جا باقی

کیوں نہ یہ قدر ہو محتاج ہیں ہم کس گھر کے — ناصیہ ہوئے جبریلِ امیں جس در کے
جسکی خدمت سے فرشتہ نہ کسی دم سرکے — فیض پاتے ہیں یہیں لوگ زمانہ بھر کے

قبلۂ اہلِ جہاں کعبۂ ایماں ہے یہ
مہبطِ روحِ امیں منزلِ قرآں ہی یہ

آج اسکی ثنا پر آمادہ ہوا ہوں جس کی چوکھٹ کو چوم کر بشر کو توقیر ملک ملتی ہے۔ جسکے در کی خاک اکسیر ہونے کا دم بھرتی ہے۔ دروازہ پر اہل دل سر دھنتے ہیں۔ فقیر بادشاہ بنتے ہیں۔ کشتیِ تقدیر مصائب کے بھنور سے نکل جاتی ہے۔ بگڑی ہوئی قسمت سنور جاتی ہے۔

یہ ہی دین کا رہبر ہے۔ یہ ہی دین و دنیا کا پیشوا ہے۔ یہی ہدایت کا سرچشمہ ہے اسی کی بدولت مذہب کو استحکام حاصل ہوا اسی کے صدقہ میں دریائے معرفت میں غواصی کا موقعہ ملا اسی نے فردوس کا مژدہ سنایا وسی نے خدا سے ملایا یہی فرزندِ رسول ہے۔ یہی جگر گوشۂ علی و بتول ہے:۔

اسی کے فیض سے جہان قائم ہے یہی لختِ دل امام موسیٰ کاظم ہے۔ یہی خدا کے نور ہیں یہی ساعقۂ عرش ہیں۔ انہیں کے نام سے حرمین روشن ہیں۔ انہیں کی محبت میں قلبِ مضطر رشکِ وادیٔ ایمن ہے یہ اُس کے فرزند ہیں جو فخرِ دارین ہیں۔ محبوب خدا شفیع کونین ہیں۔ جنہیں خدا نے عرش اعظم پر بلایا۔ جو صاحبِ معراج ہوئے انبیائے ماسلف کے سرتاج ہوئے۔ یہ اُس کے نجلِ مطہر ہیں جو بعدِ احمد زینت دہِ مسندِ رسالت ہوا جسنے درِ خیبر کو اکھاڑا مرحب و عنتر کو پچھاڑا جو رحمتِ حق کا سرچشمہ کہلایا جس نے ساقیِ کوثر ہونے کا منصب پایا

جس نے دستِ خدا کا لقب پایا جس کا غیظ، قہرِ خدا کہلایا جس کا رحم فضلِ داور مشہور رہوا جس کا نام لینے سے چشم زدن میں رنج وغم دور ہوا جس کو خدا نے تیغ دی جس کو نبی نے دختر دی جو زمانہ میں شریف النسل اور نجیب الطرفین تھا جو زوجِ فاطمہ اور پدرِ حسنین تھا جو صدفِ قدرتِ حق کا دُرِ یکتا تھا۔ جو متکلم عرشِ معلا تھا:-

گوہرِ تاجِ سرِ عرش معلّا تھا وہ !

صدفِ قدرتِ حق کا دُرِ یکتا تھا وہ

الغرض نہالِ باغ وکتاب وحدیث کے تنکے چن کر طائرِ مدحت کا آشیاں بناتا ہوں اور ذکرِ ولادتِ باسعادت امامِ ضامن ثامن کو معرضِ تحریر میں لاتا ہوں۔ خدا کرے کہ گلزارِ مدحت میں بلبلِ زبانِ خامہ کی نغمہ سرائی قابلِ قبول سمجھی جاوے:-

(محمد الیاس جارچوی

# ذکر ولادت باسعادت
## شاہِ خراسان امام الانس والجان

زمانہ ضامنِ ثامن کے اب ورود کا ہے

ہزار شکر کہ وقت دمحل درود کا ہے

عدد ہیں گیارہ تو گیارہ علی رضا کے گنو

مہینہ گیارھواں دن گیارھواں ولود کا ہے

جب قلزمِ ربِ رحمت میں تموج پیدا ہوا نسیم رضائے خدائے لم یلد کے جھونکے چلے اور چمن فاطمہ زہرا میں بہار آئی۔ نخلِ امامت ثمر لایا غنچہ ہائے معرفت شگفتہ ہوئے۔ ہر ایک کلی مسرت میں کھلنے لگی اور زمانہ ماسبق کی بیکلی کو فراموش کرنے لگی تو دنیا میں خدا کی آٹھویں حجت ۱۱ ذیقعد ۱۵۳ھ بروز جمعہ یا ۱۱ ربیع الاول ۱۴۸ھ ہجری بروز پنجشنبہ بمقام مدینہ طیبہ نمایاں ہوئی جس سے اہل ایمان کی قسمت روشن ہوئی۔ اہل بصیرت پر خدا کی قدرت ظاہر ہوئی :۔

مژدہ دیتی ہوئی یہ بادِ بہاری آئی

لو شہنشاہِ خراساں کی سواری آئی

یعنی جب باغبانِ گلشنِ عالم نے گلہائے موجودات پر نظر ڈالی

اور پتہ پتہ ڈالی ڈالی دیکھ ڈالی تو ایک ایسے گلِ خوبی کا انتخاب فرمایا جو گلشنِ عرب و عجم کے پھولوں کی روحِ رواں قرار پایا۔ جو اس وقت سب سے زیادہ خوشبودار تھا جس نے کھلتے ہی زمین و آسمان کو خوشبوئے معرفت سے معطر کر دیا۔ جس کی چٹک عاشقانِ معرفت کو محبوب ہوئی جس نے ظلم و جور کے کانٹوں کو کاٹ ڈالا جس نے کفر و شرک کی بیل کو نوچ ڈالا۔ عرب و عجم میں اُسیکی مہک ہے۔ خراسان میں اسی مہرِ امامت کی چمک ہے۔ اسلام میں اسی گل رعنا کی خوشبو ہے عقیدت مندوں کو اسی کی جستجو ہے۔ وہ احمد کا پیارا ہے وہ علی و فاطمہ کا دولارا ہے۔ اس کا نام زینت دہِ عرش بریں ہے۔ وہ فرزندِ سید المرسلین ہے۔ جس کی نرگسی چشم کے نظارہ سے قلب چشم کو ٹھنڈا کرنا مقصود ہے۔ اور اس گل رعنا کی خوشبو سے مشام جاں کو معطر کرنا مقصود ہے۔ الغرض اس گل تازہ کی خوشبو سے زمیں ضیا بار ہوئی۔ روشن جہاں ہوا۔ دشت پر خار رشک دہِ گلزارِ جناں ہوا

در و دیوار منور ہوئے سب طلعت سے
جل گیا رنگ رخِ مہر مبیں غیرت سے

ظلمت شب مٹ گئی۔ آثار صبح ظاہر ہوئے ورودِ مہر امامت سے دنیا چمکنے لگی۔ طالع خوابیدہ بیدار ہوئے:۔

آ گئی جان میں جاں لطف یہ اکبار اٹھے
جتنے مرغان چمن جمع تھے چہکار اٹھے

وہ لطافت وہ ضیا چار طرف عالم نور
صبح اول کا سپیدہ وہ سحر کا کافور

زمزمہ سنجیاں کرتے ہوئے شاخوں پہ طیور
کان میں آئی صدا دل میں اتر آیا نور

کہیں رنگینیاں پیدا یہ نہیں سازوں میں
جاں میں جاں آتی ہے یہ سحر ہے آوازوں میں

گلشن دہر میں پھر آئی ہے کثرت سے بہار
صورت وادئ ایمن ہیں بنے دشت و دیار

اور مخصوص مدینہ ہے ارم کا گلزار
دھوم ہے عید کی ظاہر ہیں خوشی کے آثار

لطف کچھ ایسا نمایاں ہے کہ دل شاداں ہے
جس کو دیکھو صفتِ غنچہ و گل خنداں ہے

## آفتاب امامت برج شرف میں

ابھی صبح کا وقت تھا۔ طائران خوش الحان اپنی نوا سنجیوں میں بزبانی بے زبانی شورِ مبارکبادیں معروف تھے۔ جن وانس و ملک کا دولت کدۂ حضرت امام موسیٰ کاظم پر ایسا ہجوم تھا کہ ایوان معلا کے در نظر نہ آتے تھے۔ بشر کا ہجوم پہچانے نہ جاتے تھے۔ عقل کام نہ کرتی تھی۔ نگہ کا گذر نہ تھا۔ اپنا و بیگانہ مسرت سے کھلا جاتا تھا۔ مارے خوشی کے جامہ میں نہ سماتا تھا۔ اس کعبۂ ایمان کے دروازہ پر

ارادتمندوں کی بھیڑ تھی۔ شور مبارک باد کی دھوم تھی۔ کوئی کہتا تھا مقدر رسا ہوا۔ طالعِ برگشتہ اوج پر آیا۔ پیشوائے دینِ مبین خلق ہوا۔ خالقِ اکبر مہربان ہوا۔ امامِ زمانہ کو تولیدِ پسر مبارک ہو۔ وارثِ تختِ امامت کا دنیا میں تشریف لانا مبارک ہو۔ کوئی کہتا تھا کہ آج ارادتمندوں کو حصولِ سعادت ہوگی۔ کسی کی زبان پر تھا کہ نورِ الٰہی کی زیارت ہوگی۔ حضرت امام بار بار سجدۂ شکر بجا لاتے تھے اور اپنے ارادتمندوں سے یوں فرماتے تھے:۔

تم نہ بیدل ہو نہ بیتاب نہ تم ہو بیچین | لاکے دکھلاتا ہوں اپنا میں تمہیں نور العین
نورِ حق مہرِ جہاں تاب ضیائے حرمین | اک زیارت میں ہیں جسکی حسناتِ دارین

اِس کی ضو مہرِ جہاں تاب کو شرمائیگی
چار سو نورِ الٰہی کی ضیا جائیگی

اے برادرانِ ایمانی یقیناً یہ میرا نورِ نظر تمہارا رہبر ہے یہی میرا وارث اور تمہارا امام ہے۔ اس کی ولادت پر اگر تم نہ خوش ہوئے تو کیا غیر خوشنود ہوں گے۔ تمہاری محبت کا میرے دل پر نقش ہے تمہاری مسرتوں کا مجھے اندازہ ہے۔ تمہارے خلوص کو جانتا ہوں تمہاری وفاداری کو مانتا ہوں۔ تم مہاجرینِ رسول سے زیادہ محبت والے ہو۔ تم یاورانِ سید المرسلین سے زیادہ مودت والے

ہو۔ تم اصحابِ بنی مرسل سے بڑھکر وفاشعار ہو۔ یہ کہکر امام عالیمقام حرم محترم میں تشریف لے گئے۔ اور ایک لحظہ بھی نہ گذرنے پایا تھا کہ پھر باہر آئے اور اپنے لختِ جگر کو ایک سفید چادر اڑھا کر اپنے ہاتھوں پر اٹھالائے:۔

شمعِ اسلام کو دامن میں چھپائے لائے
مصحفِ دل کو کلیجے سے لگائے لائے

حضرتِ امامِ ہمام عالیمقام جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام اس نورِ دیدہ کو ہاتھوں پر لئے ہوئے سب کے بیچ میں استادہ ہوئے اور پھر رخِ پرنور سے دامن کو ہٹایا۔ جوں ہی رخِ انور سے گوشۂ چادر اٹھا۔ ایک نور عالم میں پھیل گیا روشنیِ طور کا جلوہ نظر آ گیا:۔

دین سے آئینہ کی دنیا میں جلا پھیل گئی
چارسو نورِ الٰہی کی ضیا پھیل گئی

دوڑ کر کوئی تصدق ہوا کوئی قرباں
چارسو نورِ الٰہی ہوا پھر جلوہ فشاں

دیدہ بوسی کو سمجھتے تھے وہ عینِ ایماں
اپنی آنکھوں سے قدم سب نے لگائے اس آں

آنکھیں روشن ہوئیں مولا کی زیارت پائی
ہاتھ چومے تو سرِ دست سعادت پائی

ہر ایک نے بعد زیارت مبارک باد کا لفظ دہرایا۔ اور فرطِ مسرت میں یہ کہہ سنایا۔ کہ اُس خالق کا شکر ہے جس نے یہ دن دِکھایا۔ ہمارے مقدر کو فرشتوں سے بڑھایا۔ مگر اے امام عرش مقام اب ذرا اتنا اور ارشاد فرمائیے۔ ہماری عقلوں سے جہالت کا پردہ اٹھائیے کہ جس طرح اِس گھر میں ایک کے بعد ایک امام ہوتا آیا ہے۔ گو متفرق نام پائے مگر درجے میں برابر ہیں۔ اسی طرح ہم جملہ ارادتمند اس مولود مسعود کے فضائل سننے کے مشتاق ہیں کیا یہ بھی حضور کے بعد اسی طرح امام ہوں گے:۔

شاد حضرت ہوئے سُن سنکے یہ انکی تقریر　　ہنسکے فرمایا کہ تم سب ہو بڑے ذی تقدیر
جانشیں ہی یہ مرے بعد مرا ماہِ منیر　　جو مری قدر ہے دنیا میں وہ اسکی توقیر

سب کو معلوم ہو اللہ کے پیارے ہیں یہ
اِن کے اعزاز ہیں ہم، فخر ہمارے ہیں یہ

اے مسلمانو اسی طرح اِن کے زمانہ میں احکام الٰہی جاری ہونگے یہ بھی مثل ہمارے رحمتِ حق خاصۂ باری ہونگے۔ اِن کے دَور میں کفر و شرک کی رسمیں اُٹھ جائینگی۔ اسلام کا پلہ بھاری نظر آئیگا:۔

باپ کا نورِ نظر فاطمہ کی جان ہے یہ
دیکھو ہم نام علی شاہ خراسان ہے یہ

یہ سلیمانِ زمانہ ہے۔ اور تخت اس کا عرشِ بریں ہے۔
یہ فاطمہ کی جان اور راحتِ قلبِ سید المرسلین ہے۔ یہ خضرِ دین
اور رہبرِ ایمان ہے۔ یہ حجتِ خدا اور بولتا ہوا قرآن ہے۔ یہ حق کے
دلائل کو قائم کریگا۔ یہ مسائلِ شرع محمدی کو حل کریگا

یہ مرالعل بھی ہی حجتِ حق بیری شال — چشمۂ رحمتِ حق سایۂ ربِ متعال
آفتابِ شرف و کوکبِ عز و اقبال — خضرِ اہلِ یقیں مرشدِ اربابِ کمال

معدنِ علم یہ ہی، مخزنِ حکمت ہے یہی
زیورِ عرش کلیدِ درِ رحمت ہے یہی

# ارشادِ رسول عالمِ رویا میں

امامِ ہمام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے
جنابِ رسالت مآب محبوبِ رب الارباب صلعم کو اور اپنے
جدِ امجد اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو خواب
میں دیکھا کہ وہ حضرت مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے موسیٰ کاظم
یہ تمہارا فرزند انوارِ معرفت کا سفینہ اور حکمت الٰہی کا خزینہ
ہوگا اور علیم و حلیم و حکیم ہوگا:۔

بخشا خدا نے تمکو یہ گوہر و سہزار شکر — آیا تمہارا زینتِ پہلو ہزار شکر

اٹھا جہاں سے کفر کا قابو ہزار شکر ‏ بیٹا ملا قوی ہوا بازو ہزار شکر

قسمت میں اس کی دونوں جہاں کا شرف ملا

جاگے نصیب آپ کے ایسا خلف ملا

# چودھویں کا چاند آغوش مادر میں

کتاب فصل الخطاب میں خواجہ محمد پارسا نے نقل کیا ہے کہ حضرت ام البنین فرماتی ہیں کہ جب تک یہ فرزند میرے حمل میں رہا مجھے مطلق گرانی محسوس نہ ہوئی۔ اکثر خواب میں تسبیح و تہلیل کی صدائیں سنا کرتی تھی جب امام علی رضا علیہ السلام پیدا ہوئے تو زمین پر آتے ہی دونوں ہاتھ ٹیک کر اپنا سر آسمان کی جانب بلند کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ لب ہائے نازنین کو جنبش ہوئی۔ اور کچھ فرمانے لگے۔

یہ دیکھ کر پسر کی طرف میں پھری جونہی ‏ دیکھا کہ وہ ہی سجدہ میں خم ہے سوئے زمیں

ننھے سے ہاتھ ٹیکے ہے اور پیاری سی جبیں ‏ کہتا ہے یاد بار کہ یا رب العالمیں...

اقرار ہے مجھے کہ تو رب قدیر ہے

نا ممکن المثال عدیم النظیر ہے

میں بندۂ حقیر تو بندہ نواز ہے ‏ دنیا نیاز مند ہے تو بے نیاز ہے

بیچارگانِ خلق کا تو چارہ ساز ہے ‏ جو تیرا سرنگوں ہے وہی سرفراز ہے

محکوم ہے جو حکم کا تیرے وہ نیک ہے
تو واجب الوجود ہے واحد ہے ایک ہے

واجب ترا وجود ہے کامل ترا ثبوت — تو ہے قدیم لم یزلی حیٔ لا یموت
ملتا ہے رزق سب کو تجھی سے ہے تو قوت — شاہد ہے قصۂ مگس و حالِ عنکبوت

غافل نہ تو جہان سے نہ اہل جہان سے
روزی زمیں پہ بھیجتا ہے آسمان سے

یہ دیکھکر میں نے وفورِ محبتِ مادری سے اٹھالیا اور کلیجہ سے لگالیا۔

بچہ کا حال دیکھ کے دل میں ہوئیں خیال — اسکو ابھی سے معرفتِ حق میں ہے کمال
کرتا ہے سجدے شوق عبادت کا ہے کمال — تکلیفِ شرع ہی تو ابھی اس پہ ہے محال

سجدے پہ سجدے کرتا ہے شوقِ نماز ہے
اس سن پہ یہ شعور ہے یہ امتیاز ہے

معصوم یہ کہاں یہ کہاں قوتِ بیاں — اک دم کا بچہ معرفتِ حق کا رازداں
قابو میں ہاتھ پاؤں نہ کہنے میں ہے زباں — اسپر ہے یہ کمالِ فصاحت خدا کی شاں

حیرت نہ اپنی کیسے ہو باہر بیان سے
بچہ ابھی ہوا ابھی بولا زبان ... سے

اسی اثناء میں حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام تشریف لائے اور سفید

چادر اڑھا کر بچہ کو باہر لے گئے

# نامِ نامی و اسمِ گرامی

آپ کا اسم گرامی اپنے جد امجد کے نام پر علیؑ کنیت ابوالحسن اور مشہور لقب رضا ہے۔ حضرت امام محمد تقی علیہ اسلام سے لوگوں نے کہا کہ یا حضرت آپ کے والد کا نام رضا اس واسطے ہو گیا ہے کہ ماموں عباسی انکو ولیعہد بنانے پر راضی ہو گیا تھا۔ حضرت نے فرمایا ہرگز نہیں بلکہ خداوند عالم نے اُن کا نام رضا رکھا ہے اور منجانب خداوند علام انکی ذاتِ ستودہ صفات میں یہ اثر تھا کہ آپ جس طرح دوست سے راضی رہتے تھے اوسی طرح دشمن سے

دوسری روایت میں ہے کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ اسلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے فرزند کو رضا کہکر پکارا کرو۔ اور جب خطاب سے یاد کرو تو ابوالحسن کہا کرو۔ کیوں کہ وہ اُن لوگوں میں سے ہے جو خلائق کو کتابِ خدا اور سنّتِ رسول اور رضائے آلِ محمد کی ہدایت کریگا:۔

ہے رضا اُن کا لقب اے ہمنامِ علی — قوتِ قلبِ نبی راحت و آرامِ علی
یہ زمانہ کو بتائینگے سب احکامِ علی — اُنکا احسان و کرم بخششِ و انعامِ علی

لب پہ نام ان کا رہے اور محبت دل میں
سب کے کام آئینگے یہ مثلِ علی مشکل میں

لوحِ محفوظ میں لکھا ہے رضا انکا لقب
اہلِ دنیا کیلئے ہیں یہ شفاعت کا سبب
قدسی آنکھوں سے بجالاتے ہیں سب انکا ادب
انس و جاں حور و ملک حکم کے محکوم ہیں سب

حکم ان کے درِ دولت سے نہ جب تک ملجائے
غیر ممکن ہے ہوا سے کوئی پتہ ہل جائے

آئینہ نور یہی معنیِ قرآں ہے یہی
ہادیِ اہلِ یقیں رہبرِ ایماں ہے یہی
خاصۂ ربِ ازل قدرتِ یزداں ہے یہی
سب پہ ظاہر ہے محمد کا دل و جاں ہے یہی

خاکِ پا ان کی پئے عارضِ دیں غازہ ہے
یہی گلزارِ دینی کا ثمرِ تازہ ..... ہے

یہ کلیدِ درِ رحمت ہیں یہ مفتاحِ نجات
حکمِ محکم کیطرح ان کی ہے محکم ہر بات
یہی احکام ہیں قرآں کے یہی ہیں آیات
ہیں یہی بارگہِ حق میں رفیع الدرجات

ناز کرتا ہے پدر ان پہ پسر ایسے ہیں
آپ اللہ ہے شایق یہ بشر ایسے ہیں

خلق میں بعد مرگ حجتِ ثامن ہیں یہی
کائنات انکی ضمانت میں ہے ضامن ہیں یہی
خلق میں دینِ الہی کے معاون ہیں یہی
مصدرِ خلق و کرم بابِ محاسن ہیں یہی

خلق میں قدر کی ان کی جسے پہچان نہیں

کلمہ ان کا ہے شاہد وہ مسلماں نہیں

# ساقی نامہ تہنیت ولادت امام رضا علیہ السلام

ساقی ہوش باش کہ میں ہوش میں نہیں
کس دن مئے رایاغ طرب جوش میں نہیں
گاہے صدائے رنج والم گوش میں نہیں
زنہار فرق اپنے تن و توش میں نہیں

بحر جہاں میں دھوم ہے مئے کے جوش کی
کانوں میں آرہی ہے صدا نا و نوش کی

اکثر بہ جوع شیشہ دل سوئے جام ہے
ہر دم زباں کو ذائقہ مئے سے کام ہے
احسان سے کلال کے نفرت مدام ہے
حاضر ہے نقد جاں نہیں منظور دام ہے

ناخوش ہو دل تو خاک سے مئے خوشگوار ہے
گر ہوں بھی ہے اپنی نگاہوں میں خار ہے

ساقی نہ بے ہمتی طبیعت کو دے رواج
ہم بھی تو فضل حق سے ہیں مستغنی المزاج
قہر و کرم کی کچھ نہیں رندوں کو احتیاج
دونوں سے کر دیا ہے ہمیں بے پرا خدا نے آج

منعم کرم کریگا تو کچھ دے نہ دیویگا
ظالم ستم کریگا تو کچھ لے نہ لیوے گا

تو اپنے ایک جام پہ نازاں ہے ساقیا
چودہ پلانیوالے ہیں پرواہی تیری کیا
بتلائے دیتا ہوں تجھے میخانوں کا پتہ
بطحا، نجف، کاظمین، خراسان و سامرا

خورشیدِ مدّعا مرا برجِ شرف میں ہے
ایک کربلا میں ایک مرا ساقی نجف میں ہے

ہاں ساقیا وہی یہ شرابِ حلال ہے
تلچھٹ نہیں ہے جس میں سراپا زلال ہے
اللہ مے فروش ہے پیمبر کلال ہے
پیرِ مغاں کا نام اسدِ ذوالجلال ہے

بادہ عجوبہ، رند جہاں سے نرالے ہیں
کچھ اوپر ایک لاکھ نبی پینے والے ہیں

اس بادہ کو کیا ہے خدا نے وہ محترم
زمزم خم اس کا ایک ہے ایک کوثر ارم
ایک سلسبیل ایک ہے تسنیم باحشم
ساقی ولی خدا کا ہے میخانہ ہے حرم

کیا دخل ہے مشیّتِ ربِّ انام میں
بادہ حلال ہے مجھے بیتِ الحرام میں

ساقی پلا دے جلد کہ یہ روز ہے سعید
آئے امام خلق میں شیعوں کی ہے یہ عید
ہر چیز سے ہے آج عیاں فرحتِ جدید
دنیا میں آج ہے کرمِ خالقِ مجید

مولائے دو جہاں کی ولادت جہاں میں ہے
نازل فلک سے آج سعادت جہاں میں ہے

## تعلیم و تربیت

(صلعم علیہ و آلہٖ)

حضرتِ امام ضامن ثامن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آباؤ اجداد

کی طرح جملہ علوم و اسرارِ امامت کو اپنے پدر عالی مقدار سے اکتساب کیا سوائے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے کسی دوسرے استاد کے سامنے زانوئے ادب تہ نہ کیا اور ۳۵ سال بقولے ۳۲ سال کی عمر تک نخل امامت سے ثمرہائے علوم چنتے رہے اور متعدد صحائف لکھکر دنیا میں اپنی یادگار چھوڑ گئے :-

اسلام کا محل ہوا ایماں کا بند بست
معزول مشرکیں ہوئے ماسوا حق پست
ارکان دیں بلند ہوئے اور کفر پست
اب مومنیں کی فتح ہے کفار کی شکست

چھایا وہ نور نام کو ظلمت نہیں رہی
آنکھوں کو دیکھنے کی ضرورت نہیں رہی

# نیر برج امامت کے محاسن و اخلاق

جس کے اخلاق کی تعریف خداوند عالم نے کی ہو بشر کی مجال نہیں کہ کچھ کہہ سکے قلم کو تاب نہیں کہ موشگافی کرسکے۔ نصوص الہیہ موجود ہیں یا اسقدر عرض کردینا کافی ہے کہ یہ ذواتِ مقدسہ اور اُن کے تمام محاسن قابلِ درود ہیں۔ یہ حکمت وعلمِ الہٰی کے مخزن ہیں۔ یہ ہدایت کے چشمے ہیں۔ یہ جود وسخا کے منبع ہیں۔ یہ لطف وکرم کے خزانے ہیں۔ یہ صدفِ قدرت کے بیش بہا موتی ہیں۔ یہ آفتابِ برج اخلاق ہیں۔ یہ ماہتابِ

برجِ محاسن ہیں - یہ قبلِ خلقتِ عالم یہی نور تھے یہ بعدِ تکوینِ زمین آسمان
بھی ضیائے حقانی ہیں دنیا اِن کی مرہونِ منّت ہے - عالم اِن کے اخلاق
کا گرویدہ ہے - ملک ممنون ہیں جن و بشر اِن کے مشکور ہیں - انبیائے
ماسلف محسون ہیں - یہ شجرِ رسالت کی شاخیں ہیں یہی باعثِ وجود
خلقت ہیں یہی سببِ قبولِ توبہ آدم ہیں - یہی پیشوا و رہبرِ عالم ہیں
یہی نوح کے مددگار رہے - یہی خلیل کے معاون ہوئے - اِن کا ہر
فعل جوہرِ اخلاق کہلایا انہی کی شان میں انک لعلیٰ خلق العظیم آیا
اس شمعِ ہدایت کے اخلاق پر خامہ فرسائی یقیناً بے ادبی ہے اسلئے
بیہقی کے قول پر اکتفا کرتا ہوں - ابراہیم ابن عباس کی زبانی سناتا
ہوں :-

کہ امام موسیٰ رضا علیہ السلام نے کبھی کسی شخص کے ساتھ گفتگو
سختی سے نہیں کی - کبھی کسی کا کلام قطع نہیں کیا - جب کلام کرنیوالا
اپنا مطلب ختم کر لیتا تو حضور جواب کا آغاز کرتے تھے - اور علم امامت
کے جوہر آشکار فرماتے تھے - کبھی کسی کا سوال رد نہ کیا - کوئی
سائل دَر سے محروم نہ گیا - کبھی کسی ہمنشیں کے سامنے پاؤں پھیلا
کر نہ بیٹھتے - کبھی اہل مجلس کے روبرو تکیہ لگا کر نہ بیٹھتے -
کبھی کسی غلام کو برا بھلا نہ کہا - کبھی کسی کے سامنے تھوکتے نہ تھے -

کبھی قہقہہ لگا کر ہنستے نہ تھے تبسم پر اکتفا تھا۔ آپ کا رنگ دنیا سے جدا تھا۔ انکسار کی یہ نوبت تھی کہ سائیس اور دربان تک سے محبت کرتے تھے۔ سب کو پاس بٹھاتے تھے۔ خوش مزاجی سے پیش آتے تھے۔ ایک دسترخوان پر کھانا کھلاتے تھے راتوں کو کم سوتے اور زیادہ جاگتے تھے۔ اکثر شب بھر بیداری فرماتے تھے اور تمام اوقات عبادت میں بسر فرماتے تھے۔ آپ کا جود و کرم مشہور تھا سخاوت کا چرچہ دور دور تھا کثرت سے خیرات فرماتے تھے چھپا کر مفلسین کی اعانت فرماتے تھے۔ شب ہائے تاریک میں دریائے سخاوت زیادہ موجزن ہوتا تھا۔ ہر اہل حاجت اوس بحر کرم سے فیض یاب ہوتا تھا۔ موسم گرما میں بوریہ پر جلوس فرماتے تھے بسرما میں کمل کو مسند بناتے تھے۔ گھر میں لباس موٹے کپڑے کا استعمال فرماتے تھے۔ باہر تشریف لاتے تو عوام کی طعن و تشنیع کی غرض سے کسی قدر لباس کی نفاست کو گوارا فرما لیتے تھے۔ غلام زور آزاد میں فرق نہ کرتے تھے سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتے تھے۔ اپنے طعام کا بیشتر حصہ محتاجین اور مساکین کو مرحمت فرماتے تھے۔ اور اس وقت ارشاد فرماتے تھے کہ خداوند عالم اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے:۔

فلا اقتحم العقبۃ وما ادراک ما العقبۃ فک رقبۃ او اطعام فی یوم ذی مسغبۃ یتیما ذا مقربۃ او مسکینا ذا متربۃ۔

ترجمہ (وہ نقصان کی سختی میں نہ پڑا اور تو کیا جانتا ہے کہ نقصان کس کو کہتے ہیں: وہ ایک بردہ آزاد کرتا ہے یا کھانا کھلاتا ہے بھوک کے وقت کسی رشتہ دار یتیم کو یا مسکین خاک نشین کو)

کیونکہ حق تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے تمام بندے بردہ آزاد کرنے پر قادر نہیں ہیں پس اُن کے جنت میں جانے کی یہ ہی سبیل ہے کہ یتیم و مسکین کو بھوک میں کھانا کھلائیں:۔

## شجرۂ طیبہ

آپ اسی نور کے ٹکڑے ہیں جو مسجودِ ملائکہ ہوا۔ جو سببِ خلقتِ آدم قرار پایا۔ جو باعثِ تکوینِ کون و مکاں کہلایا جس نے ہزار ہا سال دریائے رحمت و عزت میں غواصی کی جس نے برسوں تسبیح و تہلیل میں بسر کی جو مدتوں دریائے صدق و امانت و ہدایت و صیانت میں غوطہ زن رہا جس نے عرصۂ دراز تک دریائے علم و حلم و جود و سخاوت میں شناوری کی جس نے اسرارِ معرفت کو جانا جس نے توحیدِ خدا کو سمجھا جس نے صبر و رضا، زہد و تقویٰ کو پہچانا جس نے شفاعت

کا تاج سر پر رکھا۔ جس نے معراج کا شرف حاصل کیا جو سید المرسلین کہلایا
یہ محمدؐ کی جان اور فاطمہ کی روح رواں ہیں جس کی شرح اسطرح مرقوم ہے
علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی بن الحسین بن
علی ابن ابیطالب الخ تا حضرت آدم علیہ السّلام۔

# حُلیۂ مُبارک

حضور اقدس میانہ قد۔ گول چہرہ ..... نرگسی چشم سیاہ بال
کشادہ پیشانی آباؤ اجداد کی نشانی۔ چوڑا سینہ۔ لانبے ہاتھ غنچہ دہن
قوی الجثہ پیدا ہوئے آپ کا حسن شہرۂ آفاق تھا ہزاروں میں
طاق تھا:۔

وہ حسن نہ تعریف نہ تحسین کا محتاج
کوئی بھی تو یوسف کا خریدار نہیں آج
رُخ بدر پہ شبِ قدر ہے گیسو شبِ معراج
وہ لام کہ الحمد میں للّٰہ کا سرتاج

اس شب میں اگر ابروئے زیبا نظر آئے
تو سین کی تشبیہ بھی ادنیٰ نظر آئے

وہ سرو سا قد پھول سا منہ چاند سا سینہ
ایمان کا گھر علم الٰہی کا خزینہ ...
باریک کمر تارِ نظر سے بھی حسینہ
ہر پاؤں کی انگشت ہے انگوٹھی پہ نگینہ

نقشِ کفِ پا عاملِ تسخیر ہوا ہے

اس نقش کے بوسہ کی سلیماں کو ہوا ہے

طوبیٰ پہ یہ غل تھا کہ نہ ہے قامتِ والا
بالا ہے کہیں سروِ چمن سے قد والا
کہتی تھی یہ قمری بخداوندِ تعالے نے
اس قد کا تو عالم ہے دو عالم سے نرالا

موزوں نہیں گر سروِ خراماں اسے کہئے
رکنِ چمنِ کعبۂ ایماں اسے کہئے

نافہ کہیں گر زلف رسا کو تو خطا ہے
کہئے شبِ معراج پیمبر تو بجا ہے
پیشانیٔ پرنور ہے یا بدرِ دُجیٰ ہے
چہرہ نہ کہو مصحفِ ربِ دوسرا ہے

یہ دیدۂ حق بیں نہیں ابرو کے تلے ہیں
شمشیر کے سایہ میں یہ دو شیر پلے ہیں

سینہ ہے بساط اور سلیماں دلِ روشن
یہ رشکِ صدف ہے دُرِ غلطاں دلِ روشن
آئینہ ہے یہ جوہرِ ایماں دلِ روشن
قرآن ہے یہ معنیِ قرآں دلِ روشن

فانوس میں شمعِ سحری بند ہوئی ہے
اس شیشہ میں گویا کہ پری بند ہوئی ہے

# حالاتِ مادرِ گرامی

امام ہمام حضرت علی رضا علیہ السلام کی مادر گرامی کے مختلف نام ہیں۔ کوئی نجمہ کہتا ہے کوئی ام البنین بتاتا ہے کوئی اروی کوئی

تکتم سناتاہے۔آپ حددرجہ سلیم و حلیم عقیلۂ وصاحب شعور و سلیقہ و عظمت و جلالت تہیں۔اور عجم کے ایک شریف خاندان کی صاحبزادی تہیں۔اور ایسی خوش قسمت تہیں کہ چھ اماموں کی بہو۔ایک امام کی زوجہ اور پانچ اماموں کی ماں ہوئیں۔نورِ خدا کی حامل تہیں۔زہد و تقوے میں کامل تہیں۔اِن کے محاسن و اخلاق پر زنانِ عجم فخر کرتی تہیں اور انکی محبت کا دم بھرتی تہیں۔یہ بھی خدا کی مصلحت تہی کہ یہ کنیز بنکر ایک بردہ فروشِ مغربی کے توسل سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں پہونچیں۔حضرت امام ہفتم نے ان کو اپنی والدہ کی خدمت میں پیش کردیا۔حضرت ام البنین اپنی مخدومہ حضرت حمیدہ مصفّا والدۂ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بیحد تعظیم کیا کرتی تہیں اور حضرت حمیدہ سلام اللہ علیہا بہی اُن سے زیادہ محبت رکھتی تہیں اور تکتم کہکر پکارتی تہیں۔ایکروز جناب حمیدہ نے سرورِ عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ اے حمیدہ تم نجمہ کو اپنے بیٹے موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ھبہ کردو کیونکہ اس کے بطن سے ایسا فرزند ہونیوالا ہے جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہو گا حضرت حمیدہ علیہا السلام نے فوراً ارشاد رسول کی تعمیل کی۔اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو حسب

ذیل ھبہ نامہ لکھدیا:۔ (ترجمہ مضمون ھبہ نامہ)

اے فرزند - واقعی تکتم ایک ایسی لڑکی ہے کہ اس سے بہتر کوئی لڑکی آج تک میری نظر سے نہیں گذری - اِس میں شک نہیں کہ اگر منظور خدا ہے تو عنقریب اس سے نسل جاری ہو گی اب میں اسے تمہارے لئے ھبہ کرتی ہوں اور اس کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتی ہوں - تم میری وصیتوں کا ہمیشہ لحاظ رکھنا

# تختِ امامت پر جلوہ افروزی

جن علماء کے نزدیک حضور کی ولادت باسعادت سنہ ۱۴۸ ہجری میں ہوئی اُن کے نزدیک آپ وقت انتقال امام جعفر صادقؑ چار ماہ کے تھے اس حساب سے آپ ۳۵ سال تک اپنے پدر بزرگوار امام ہفتم کے ظلِ عاطفت میں رہ کر سنہ ۱۸۳ ہجری یا سنہ ۱۸۶ ہجری میں مسند آرائے تخت امامت ہوئے - آپ کی امامت چونکہ مسلّمہ ہے اس لئے کسی توثیق کی طرف متوجہ ہونا فضول ہے - آپ منصبِ امامت پر فائز ہوتے ہی تمام عالم کو اپنی علم اپنی حکمت سے فیض پہونچانے لگے مگر اہلِ دنیا نے مثلِ ائمۂ معصومین ماسبق اِن کو بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا اور طرح طرح کے مصائب

میں گرفتار کر دیا. سب سے پہلی مصیبت ہارون رشید کی اس فرستادہ فوج کی تاخت تھی جو عیسیٰ جلودی کے ماتحتی میں بنی فاطمہ کے قتل و غارت کے لئے مدینہ بھیجی گئی تھی۔ دوسری مصیبت خانہ جنگی تھی جو ہر وقت رنج و الم کا کانٹا دل میں چبھاتی تھی. تیسری۔ مصیبت فرقۂ واقفیہ کا خروج تھا جو نظام شریعت کو ابتر کرنے پر تلے ہوئے تھے:۔

# مظالمِ عیسیٰ جلودی!

عام سادات کی طرح محمد ابن جعفر یعنی امام رضا علیہ السلام کے چچا نے بھی ہارون رشید کی خلافت اور امارت سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے ہارون رشید نے عیسیٰ جلودی کو حکم دیا کہ۔ فوراً فوج لیکر مدینہ جاؤ اور سادات کے گھروں کو لوٹ لو اور قتل و غارت کرکے سادات کو پھر سر اٹھانے کے قابل نہ چھوڑو۔

عیسیٰ نے اس حکم کی تعمیل میں مدینہ پہنچکر محمد ابن جعفر کو شکست دی اور گرفتار کرکے ہارون رشید کے پاس بھیجدیا اور پھر بنی فاطمہ کے گھروں کی تاراجی کا ارادہ کیا اور اسقدر تباہ و برباد کیا کہ عورتوں کے سروں پر چادروں کے سوا کچھ نہ چھوڑا اور عربی

حمیت کو پس پشت ڈالدیا:۔

# بنی امیہ کی سنت

عیسیٰ جلودی نے اسپر اکتفا نہ کی بلکہ اس ظلم کے بعد (اہلبیت رسول) خانۂ امام رضا علیہ السلام پر پہونچا۔ امام علیہ السلام نے پہلے سے اہلبیتِ محترم کو ایک مکانِ محفوظ میں بٹھا دیا تھا۔ اور خود دروازہ پر موجود تھے جب عیسیٰ جلودی سنتِ بنی امیہ پر عمل کرنے اور خانۂ امام کو لوٹنے کی غرض سے پہونچا تو حضرت امام نے اُس سے بہ منت کہا کہ آپ کے تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ میں خود جملہ اسباب و زیور یہیں مہیا کئے دیتا ہوں اور سوائے چادر پردہ کے کل سامان لائے دیتا ہوں پہلے تو وہ ظالم راضی نہوا مگر جب حضرت نے باصرار کہا اور قسمیں کہا کر اس کو یقین دلایا تو وہ راضی ہو گیا،،

# شانِ صداقت

چونکہ صادق ابن صادق تھے اس لئے آپ نے اس طرح شانِ صداقت دکھائی کہ حسب وعدہ تمام اثاث البیت نقد و

جنس لباس و زیورحتیٰ کے بچوں کے کان کے بندے اور پاؤں کی خلخالیں تک باقی نہ رکھیں اور سوائے ایک ایک چادر ستر کے کچھ نہ چھوڑا اور سب کچھ اس مریدِ یزید کے حوالے کر دیا جس کو وہ لے کر بغداد چلا گیا:-

# محمدؐ ابن جعفرِ صادق علیہ السلام

یہ بزرگ حضرت امام کے عموئے نامدار اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند تھے۔ یہ بہت بڑے صاحب ورع و تقوےٰ تھے اور بیحد شجاع اور سخی واقع ہوئے تھے۔ ایک روز روزہ رکھتے اور ایک روز افطار فرماتے تھے۔ روزانہ ایک دنبہ مہمانوں کے لئے ذبح کرتے تھے اور کبھی کوئی کپڑا ایسا نہ پہنا جو باہر جاکر خیرات نہ کر دیا ہو۔

سوائے اس پرہیزگاری کے آپ کو امور سلطنت سے کچھ واسطہ نہ تھا مگر کسی خارجی نے اشتہار متعدد مقامات پر لگا دیئے جس میں فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا اور ان کی اولاد کی جی کھول کر مذمت لکھی تھی۔ کسی سید نے آن کو بھی وہ اشتہار دکھلا دیا۔ آپ اس کو پڑھتے ہی فوراً گھر میں گئے اور اسلحہ جنگ

سے آراستہ ہو کر باہر تشریف لائے اور لوگوں سے بیعت لینا شروع کی۔ اور اپنے خیال میں مستغرق ہو کر مصروفِ کار ہوئے حالانکہ امام علیہ السلام نے صاف الفاظ میں ارشاد فرما دیا تھا کہ اے عمو جس کام کا آپ نے بیڑا اٹھایا ہے یہ تمام ہونیوالا نہیں ہے۔ مگر افسوس کہ آپ نے کلامِ امام کو نہ سنا اور آخر کو شکست اٹھائی۔

اہل تاریخ اسپر اتفاق کرتے ہیں کہ سوائے شہید فخ کے اہلبیت کے سلسلہ میں کسی بزرگ نے امیرالمومنین کے لقب سے بیعت نہیں لی مگر محمد ابن جعفر صادق نے اس لقب کو اختیار کیا جس وقت یہ مکہ میں نکلتے تھے یا حریمِ محترم میں نماز کے واسطے جاتے تھے تو سیکڑوں صلحاء و اتقیا لباسِ صوف پہنے ہوئے آپ کے ہمراہ ہوتے تھے:۔

# سادات کی خانہ جنگی

یہ مصیبت پہلے سے زیادہ سخت تھی۔ وہ بیرونی حملے تھے یہ اندرونی۔ وہ باہر کے دشمن تھے یہ پہلو کے تاریخ پر نظر کرنیوالے واقف ہیں کہ بنی عباس کی خلافت نے اور خلا

مہدی نے سادات کو حصولِ خلافت پر مشتعل اور ہیجان کردیا
تھا۔ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے سادات بنی حسن نے کوششیں
کیں اور اولادِ زید شہید نے انکا ساتھ دیا۔ اسی طرح محمدؐ حنفیہ اور
عبداللہ ابن جعفر کی ذرریات نے بہی اپنی سی کوشش کی اور اُن
کی دیکہا دیکہی محمد ابن جعفر صادق نے بہی ہارون کے خلاف اہل
مکہ کو اپنا بناکر سلطنت کے خلاف کوشش کی۔ چونکہ ائمۂ معصومین
علیہم السّلام کی پالیسی اس کے خلاف تہی اس لئے سادات نے
ان کا ساتھ نہ دیا۔ چنانچہ امام رضا علیہ السّلام نے محمد ابن جعفر
ابن محمد باقر اسپنے چچا کو بہت کچھ منع کیا مگر انہوں نے نہ مانا
اور سادات کے گروہ آپسمیں ایک دوسرے کی مخالفت پر آمادہ
ہوگئے۔ چونکہ اسلام کے ادبار کا زمانہ شروع ہوگیا تھا اسلئے
اِن خانہ جنگیوں کا اثر سادات ہی تک نہ رہا بلکہ شاہی محل میں
بہی اس کے جراثیم پہونچ گئے۔ اور یہ مرضِ متعدی تمام بلادِ اسلامیہ میں
پھیل گیا۔ امین و ماموں کی منقسمہ سلطنت بہی اس سے خالی نہ رہی
اور جب کہ اس سے سلطنت ملوث ہوچکی تہی تو رعایا کب بچ
سکتی تہی۔ ان جراثیم و ادبار نے اس قدر وسعت حاصل کی کہ
عراق و حجاز میں کوئی گھر ایسا نہ بچا جس میں اس مرض متعدی کی

ہوا اثر پذیر نہ ہوئی ہو۔ اگرچہ اس مرض کا نسخہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے قلم تدبر سے تجویز فرما دیا تھا۔ اور بذریعہ وصیت نامہ امام رضا علیہ السلام کو سردار قرار دیکر جملہ تدابیر بتا گئے تھے۔ مگر لوگوں کو بدقسمتی لئے اس پر عمل پیرا نہونے دیا اور بالآخر نتیجہ خراب نکلا:-

# امین و مامون!

سادات کی خانہ جنگیوں کے بعد حکومت کے جراثیم کی ترقی پر نظر ڈالئے کہ جب ان جراثیم کی ہوا نے ہارون رشید کے دماغ میں اثر کر لیا تو اس نے سلطنت کو دو حصّوں پر تقسیم کر کے ایک تحریر دونوں بیٹوں کے حق میں لکھدی اگرچہ اس کو اس تقسیم حکومت سے حکومت کا استحکام منظور تھا۔ مگر چونکہ جراثیم ادبار کا دماغ میں اثر تھا لہذا وہ اس خیال کو صحیح طور پر عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ امین کو زیادہ حصّہ کا مالک بنایا اور مامون کو اصطلاح حال ایک جاگیردار بنا دیا۔ کیونکہ باوجود قلیل حصّہ سلطنت دینے کے بھی مامون کو سکہ رائج کرنے کے اختیارات نہ دیئے چونکہ حکم شاہی تھا۔ اور ایک زبردست بادشاہ کا حکم تھا کوئی

اعتراض کنندہ پیدا نہوا۔ تہوڑے عرصے کے بعد جب ہارون رشید مرگیا تو حسب تحریر دونوں بیٹے اپنے اپنے حصوں پر قابض ہوگئے تین چار سال تک تو بخیر و خوبی نبھ گئی مگر جب جرائیم نے زیادہ زور پکڑا اور ادبار کی ترقی ہوئی تو امین کے دل میں بے ایمانی پیدا ہوئی اور اس نے اپنے وزراء سے مشورہ کرکے مامون کو دہوکہ سے بغداد بلاکر گرفتار کرنا چاہا اور اس دہوکہ کو محبت کا جامہ پہنا کر مامون کے نام ایک خط بہیجا جس میں اشتیاق ملاقات اور وفور محبت کا اظہار تہا۔ مگر مامون اور اس کے وزیر چونکہ زیادہ عقلمند تھے اور علم نجوم میں مہارت کامل رکھتے تھے بمطلب خط کو سمجھ گئے اور امین کو ایسا جواب دیا کہ جس میں حاضری سے انکار ہی نہ تہا اور اقرار ہی نہ تہا۔ اس جواب سے امین سمجھ گیا کہ مامون میری چال میں نہیں آئیگا۔ اور اپنی جان کو خطرہ میں نہیں ڈالیگا۔ اس کے بعد اس نے مشیرانِ سلطنت کا جلسہ طلب کیا اور ارادہ کو ظاہر کیا۔ حازم ابن ہرثمہ نے اس کی مخالفت کی مگر امین نے نہ مانا اور دوسرے ہی دن ساٹھ ہزار فوج جرار خراسان کو روانہ کرادی اور علی ابن عیسیٰ کو سردار لشکر بناکر بہیجدیا۔ جو روز و شب منزلیں طے کرتا ہوا علاقہ رے

تک پہونچ گیا۔ یہ خبر جب ماسون کو ملی تو اس نے ایرانیوں کی صرف چار ہزار فوج طاہر کی ماتحتی میں مقابلہ کے لئے بھیجی۔ جس نے مقام "رے" پہنچتے ہی علی بن عیسیٰ کو شکست دی اور بغدادی فوج شتر بے مہار کی طرح بھاگ اٹھی۔ اور علی ابن عیسیٰ وہیں کام آیا۔ جب یہ خبر امین کو پہنچی تو اس نے کچھ پروا نہ کی۔ اور بار دیگر عبدالرحمٰن انبازی کی معیت میں تیس ہزار جرار فوج روانہ کردی جس کا طاہر کی فوج سے شہر ہمدان میں مقابلہ ہوا۔ طاہر کی صورت دیکھتے ہی فوج نے ہتھیار ڈالدئے۔ اور فرار اختیار کیا۔

عبدالرحمٰن فوج کا یہ حال دیکھکر حیران رہ گیا اور اسکو طاہر سے امانِ جان طلب کرنی پڑی۔ اس کے بعد طاہر معہ عبدالرحمٰن کے اپنی فوج کو لیکر بغداد کی طرف بڑھا۔ راستہ میں یکجہتی کا برتاؤ رہا جب بغداد کے قریب پہونچے تو ایکروز عبدالرحمٰن نے اپنی ہزیمت خوردہ فوج کو اشارہ کردیا اور وہ سب طاہر کی فوج پر بے خبری میں ٹوٹ پڑے۔ طاہر کی فوج عبدالرحمن کی عہد شکنی اور بے حیائی پر متحیر ہوگئی۔ اور بڑی دیر کے بعد اس قابل ہوے کہ ایرانی تلواروں سے ان بدعہدوں کو سزا دیں۔ چنانچہ اس معرکہ میں عبدالرحمٰن اور اس کے مخصوص ساتھی سب مارڈالے گئے۔

جب امین کو متواتر ہزیمتوں کی اطلاع ملی تو اس نے مطلق اظہار ہراس نہ کیا بلکہ ایک کثیر التعداد تازہ فوج عبدالرحمٰن جرشی کی ماتحتی میں بھیجی جس نے طاہر کی فوج سے شہر قرقاسین میں شکست کھائی عبدالرحمٰن جرشی بھی عبدالرحمٰن سابق کی طرح کام آیا۔ اور ہزیمت خوردہ فوج بھاگ کر حلوان پہنچی۔ اودھر مامون کو جب طاہر کا حال معلوم ہوا تو اس نے ہرثمہ بن اعین کی ماتحتی میں تیس ہزار فوج طاہر کی کمک کے لئے روانہ کردی اور طاہر کو لکھ بھیجا کہ جب تک یہ فوج تم سے نہ مل جاوے تم حلوان سے آگے نہ قدم بڑھانا۔ اور جس قدر علاقہ فتح کر چکے ہو اس پر پوری طرح تسلط قایم کر لینے کے بعد آگے کا قصد کرنا۔ طاہر نے ایسا ہی کیا اور امین کے حکام نکال کر اپنے ملازم مقرر کر دئے۔ اور کافی انتظام کر دیا۔ اور بغداد کی طرف بڑھا۔

یہ تو بیرون بغداد کا حال تھا۔ اب پایۂ تخت عباسیہ کا حال سنئے کہ متواتر ہزیمتوں کی خبر نے اہل بغداد کو بد دل کر دیا اور رعایا میں فریق بندی ہو گئی۔ کچھ لوگ تو حکومت کے ساتھی تھے کچھ خلاف سے۔ نوبت باینجا رسید کہ اکابرین بغداد نے امین کو قید خانہ میں بند کر دیا۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد جب طرفداران

حکومت کو اقتدار حاصل ہوا تو انہوں نے دوبارہ اس کو تخت پر بٹھادیا۔ اور خلیفہ تسلیم کر لیا۔ آخر کار طاہر اپنی فاتح فوج کو لئے ہوئے اہواز۔ بصرہ۔ اور عراق کا بندوبست کرتا ۱۹۹ سنہ ھ میں بغداد پہونچا۔ اور اپنے معاونین ہرثمہ ابن اعین اور زہیر ابن مسیّب کی اعانت سے بغداد کا محاصرہ کر لیا اور نفت و منجنیق کے ذریعہ سے شہر بغداد میں قیامت سی برپا کر دی۔ اور بالآخر امین جو معہ اپنے اہل و عیال کے کشتی میں سوار ہو کر طاہر کی طرف امان طلب کرنے کے لئے آرہا تھا طاہر کے ملازمین کے ہاتھوں مارا گیا جس کا سر معہ تہنیت نامہ کے مامون کے پاس بھیجدیا گیا۔ اس فتح کے بعد مامون نے بجائے طاہر کے اپنے وزیر فضل کے کہنے سے حسن ابن سہیل کو بغداد کا حاکم بنادیا۔ اس کے حاکم بنتے ہی اسقدر فسادات رونما ہوئے کہ جس کی تشریح اس چھوٹے سے رسالہ میں قلمبند کرنا نا ممکن ہے۔ مگر فضل نے یہ تمام واقعات مامون خلیفہ سے پوشیدہ رکھے۔ جب وہ مجبور ہوا تو اس نے جستہ جستہ ان فسادات کا ذکر مامون سے کرنا شروع کیا (تفصیل کیلئے دیکھو تاریخ بغداد و کتب سیر وغیرہ) اور ایک روز موقعہ پاکر مامون سے کہا کہ ان فسادات کے روکنے کا کوئی ذریعہ

سوائے اس کے نظر نہیں آتا کہ آپ اپنی ولیعہدی کے لئے اہلبیت طاہرین میں سے کسی جامع الصفات قابل و کامل بزرگ کو نامزد فرمادیں جس کے فضائل اور مراتب کو دیکھکر کسی کو عذر کا موقع نہ ملے۔ اور رعایا و سادات کا جوش ٹھنڈا ہو جائے۔ اور ہر کس و ناکس سرِ تسلیم خم کردے...... اور نظامِ حکومت میں جس قدر گڑبڑ واقع ہو گئی ہے یک لخت اس کی اصلاح ہو جاوے۔ مامون نے اس تجویز کو پسند کیا مگر فوراً عملی جامہ پہنانے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ عرصہ تک یہ سوچتا رہا کہ کس کو منتخب کیا جائے پہلے اوس نے ان تیس ہزار نفوس پر غور کیا جنکو بنی عباس کی جماعت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مگر کسی کو ولیعہدی کے قابل نہ پایا۔ پھر فرقۂ سادات میں سے ہر شخص کے افعال و اطوار پر غور کرتا رہا مگر کسی بزرگ کو سوائے امام رضا علیہ السّلام کے اپنے مقصد کے موافق نہ پایا۔ آخر کار اپنی تجویز سے فضل کو آگاہ کردیا بعض کہتے ہیں کہ فضل ابن سہل ہی اس تجویز کا محرک تھا کیونکہ یہ شیعہ تھا۔ اس لئے اس نے اس بہانہ سے حق بحقدار پہونچانیکی تجویز کی۔ بعض کہتے ہیں کہ مامون خود شیعہ تھا اسلئے اس نے امام رضا علیہ السّلام کو پسند فرمایا۔ حالانکہ یہ سب قول

غلط ہیں نہ فضل شیعہ تھا نہ مامون بلکہ دونوں نے سیاسی پالیسی پر عمل کیا اور سلطنت کے فسادات کو فرو کرنے کے لئے امام رضا علیہ السلام کو پشت پناہ بنایا۔ حالانکہ خاندان بنی عباس کا ایک ایک فرد ہمیشہ سادات کی بیخ کنی پر تلا رہا۔ بغداد کی دیوار جس پر مظلوم سیدوں کے خون کے چھاپے لگے ہوئے ہیں آج تک مظالم بنی عباس کی شہادت دے رہی ہے۔ باوجود اس کے مامون کیوں امام رضا علیہ السلام کو ولیعہد کرنے پر تیار ہوا۔ اس کی وجہ خاص یہ ہے کہ جب اس نے دیکھا کہ اپنے بھائی کے مقابلہ میں میں فتح کسی طرح حاصل نہیں کر سکتا اور امین اس چھوٹی سی حکومت کو بھی مجھسے چھیننے پر آمادہ و مستعد ہو گیا ہے تو ایکروز اس نے نہایت احتیاط کے ساتھ غسل کیا۔ پاکیزہ لباس زیب تن کیا اور چار رکعت نماز بدرگاہ قاضی الحاجات ادا کر کے نذر مانی کہ اگر میں امین کے مقابلہ پر کامیاب ہوا تو اس خلافت کو اس کے مرکز اصلی پر پہونچا دوں گا۔ یعنی جس کا حق ہے اس کو دیدوں گا۔ اب وہ کامیاب ہو چکا تھا۔ اور فتح بغداد کے بعد جس قدر فسادات رونما ہوئے ان کو وہ خدائی غضب خیال کئے ہوئے تھا۔ اگر یہ فسادات رونما ہوتے تو غالب

خیال ہے کہ وہ ضرور عہد شکنی کرتا چنانچہ روز فتح بغداد سے
آج تک اوس نے کبھی اس نذر کو یاد ہی نہ کیا تھا اس وقت
فضل کی تجویز سے اُس کو اپنا عہد یاد آ گیا اور وہ سمجھ گیا کہ
یہ عہد شکنی کا خمیازہ ہے جب تک میں اس نذر کو پورا نہ کرونگا
کبھی حکومت چین سے نہیں کر سکتا۔ چونکہ یہ عہد خداوند عالم
سے کیا تھا اور اس کا ہاتھ سب سے زبردست ہے۔ اس لئے
وہ امام ہمام علیہ السّلام کو ولیعہد بنانے پر راضی ہو گیا اور
حضرت کی خدمت میں خط پر خط اور قاصد پر قاصد بھیجنے شروع
کئے۔ مگر امام ہمام علیہ السّلام نے مطلق اعتنا نہ فرمائی اسلئے
کہ اُن کو بذریعہ قلب ماموں کا حال اچھی طرح روشن تھا۔ جب
حضرت تشریف نہ لائے اور نہ جواب خط دیا تو ماموں نے اپنی
ماموں رجاء ابن ضحاک کو معہ ایک خاص استدعا کے خدمت
میں امام علیہ السلام کی روانہ کیا:۔

# دشمن کی زبان اور اقرارِ فضیلت

وقت روانگی خلیفہ نے رجاء ابن ضحاک کو تاکید کر دی تھی
کہ امام علیہ السّلام سے میری طرف سے منت کے ساتھ عرض

کرنا اور راستہ میں ہر وقت ان کے ساتھ رہنا کیونکہ وہ گوشہ نشین سردار ثقلین ہیں اور رامر ولیعہدی کو پسند نہیں فرماتے ہیں ایسا نہو کسی اور طرف کو چلدیں (علامہ شبلی اور جملہ مورخین غور کریں کہ اگر ماموں شیعہ ہوتا اور حضرت کو امام زمانہ سمجھتا تو ایسے خیالات فاسد کبھی اس کے دماغ میں نہ سماتے) بہرحال رجار نے اس کی پوری پوری تعمیل کی۔ وہ کہتا ہے کہ مدینہ سے لیکر مرو تک (جو اس وقت دار السلطنت ایران تھا) میں برابر آپ کی رکاب میں حاضر رہا۔ خدائے سبحانہ تعالیٰ کی قسم ایسا متقی ایسا پرہیزگار اور ایسا خدا کا ہر وقت یاد کرنیوالا اور ہر دم و ہر لحظہ خدا سے ڈرنیوالا میں نے نہیں دیکھا جس شہر میں قیام فرماتے تھے وہاں کے باشندے زیارت کے لئے دوڑے چلے آتے تھے۔ عام اس سے کہ وہ آپ کی معرفت کلی رکھتے ہوں یا نہوں۔ جو شخص سوال کرتا تھا حضرت اوس کا احادیث کی اسناد سے جواب دیتے تھے اور کامل تسکین فرما دیتے تھے۔

ملا جو فخر پیمبر کے دودماں کے لئے ‎ ‎ شرف کہاں یہ کسی اور خانداں کیلئے

لوائے اوج امامت ہے عہد طفلی میں ‎ ‎ بلند رتبہ ملا موسوی نشاں کیلئے

رجار ابن ضحاک ناقل ہے کہ جب میں آپکو لیکر دار السلطنت

ہیں پہونچا تو میں نے تمام حال راست راست جو کچھ دیکھا تھا
خلیفہ سے بیان کیا۔ اس نے تمام واقعات سنکر کہا کہ اے
رجا! اصل میں وہ دنیا بھر میں سب سے بہتر ہیں اور علم و
معرفت تقوٰے وطہارت میں سب لوگوں سے افضل و برتر
ہیں مگر زنہار تم ان باتوں کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔

یہ شمس جہت میں ہیں ہشتم امام ابن امام
بہشت ان کے لئے ہے یہ ہیں جناں کیلئے

# رخصتِ امامِ از مدینہ طیبہ

لو اہل عزا شاہِ غریباں کا سفر ہے — ہے حشر بپا شاہ خراساں کا سفر ہے
اے ماتمیو مالک ایماں کا سفر ہے — ویراں ہے مدینہ شہِ ذیشاں کا سفر ہے

ہے کوچ گرفتار بلا ہوتے ہیں آقا
اب قبر محمدؐ سے جدا ہوتے ہیں آقا

ہلتی ہو ضریح لحدِ احمد مختار — سر پیٹتے ہیں اہل مدینہ سر بازار
تاثیر غم ہادیِ ہشتم ہے نمودار — سینوں میں تپے جاتے ہیں دل شعلے لگے بار

ہر صاحبِ دیں خاک اڑاتا ہے جہاں میں
عاشور کا عالم نظر آتا ہے جہاں میں

جب رجاء ابن ضحاک مدینہ میں پہونچکر دولت کدہ امام علیہ السلام پر پہونچا اور تحائف سلطانی معہ خط پیش کئے تو حضرت امام ہمام قبل لفافہ کھولنے کے خاطر مدارات مہمان میں مصروف ہو گئے اور اسی پیمانہ پر سامان کیا جو آلِ ہاشم کا دستور چلا آتا تھا۔ بعد فراغ آپ نے اس خط کو کھولا اور مطالعہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے ابی ضحاک جو خدا کو منظور ہوتا ہے۔ بندہ اسیر مجبور ہوتا ہے آج تک میں نے کبھی امارت کی خواہش ظاہر نہیں کی مگر میری یہ بات بھی سلطان کو پسند نہ آئی خیر توکل بخدا تیرے ساتھ چلتا ہوں یہ کہکر حضور اہتمام سفر میں مصروف ہوئے اور تمام ضروریات کو پورا کر کے ۲۰۰ھ ہجری میں آپ نے مدینۂ طیبہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا:۔

مدینہ میں حضور کو جس چیز سے زیادہ محبت تھی وہ روضۂ مبارک رسول اکرم تھا جس سے جدا ہونا حضرت کو بہت شاق تھا۔ محول شیبانی نے اس کیفیت کو نقل کیا ہے جو اسنے بچشم خود دیکھی تھی۔ وہ لکھتا ہے کہ جب وہ ناگوار وقت آپہونچا کہ حضرت اپنے جدِ امجد کی ضریح پاک سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہوں۔ تو میں نے دیکھا کہ آپ بار بار روضہ میں تشریف

لے جاتے۔ اور با نالہ و آہ روضہ سے رخصت ہوتے ہیں اور مظالم امت کی شکایت کرتے ہیں کبھی باہر تشریف لاتے ہیں اور گریہ فرماتے ہیں پھر اندر چلے جاتے ہیں:

# حضرت امام رضا علیہ السلام کی پیشینگوئی

مخول کہتا ہے کہ جب میں نے حضرت کا یہ حال دیکھا تو سبب اس کا استفسار کیا جس کا جواب حضرت نے یہ دیا کہ اے مخول میں اپنے نانا کے روضہ سے جبراً علحدہ کیا جارہا ہوں اس کے بعد مجھے یہاں آنا نصیب نہو گا۔ اور اسی سفر اور غریب الوطنی میں میری موت آئیگی اور ہارون رشید کی قبر کے پاس میری بھی قبر بنائی جائے گی:۔

# بھائی کی محبت

اس کے بعد حضرت حرم محترم میں تشریف لے گئے اور جملہ محرمان خانہ وخویش واقربا کو جمع فرماکر بہ حسرت ویاس فرمانے لگے کہ مجھکو آج ایسا سفر درپیش ہے جس سے واپسی کی قطعاً امید نہیں۔ اتنا کہنے پائے تھے کہ مرد وعورتیں نالہ وشیون ہونے لگا۔ ہر متنفس سر

پیٹ پیٹ کر اور دہاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ ایک کہرام مچ گیا حضور کا بیت الشرف ماتمکدہ بن گیا۔ جناب فاطمہ بنت موسیٰ کاظم حضرت کی بہن نے آپ کا دامن تہام لیا اور کسی طرح نہ چھوڑتی تہیں مصدمۂ جدائی سے بیتابانہ روتی تہیں۔ حضرت ان کو علیحدہ فرماتے تھے۔ مگر وہ بار بار حضرت سے لپٹ جاتی تہیں یہاں تک کہ حضرت نے سفر شروع کر دیا۔ جناب فاطمہ کئی کوس افتاں وخیزاں باحال پریشاں حضرت کے ساتھ گئیں۔ حضرت نے بڑی مشکل سے آپ کو رخصت کیا۔ گھر واپس آکر ایک مدت تک دردِ فراقِ برادر میں گریہ فرماتی رہیں جب جدائی کے زمانہ نے زیادہ طول پکڑا اور بہائی کی خبر کچھ معلوم نہوئی تو بیتابی زیادہ بڑھ گئی۔ ہر وقت بہائی کی یاد میں اشکہائے خونیں چشمہائے چشم سے بہاتی تہیں۔ کبھی زبان حال سے یہ رو رو کر سناتی تہیں۔

اس دردِ جدائی سے لبوں پر مری جاں ہے
بیزار ہوں میں جینے سے اے موت کہاں ہے

جب ایک عرصہ گزر گیا اور بہائی کی آمد کی خبر معلوم ہوئی تو خود شہر طوس کو جانے کا قصد کیا۔ اور سفر اختیار کیا شب و روز منزلیں طے کرنے لگیں۔ ایک دن بہی سفر میں آرام نہ فرمایا

رات دن چلنے سے دھیان تہا۔ بہائی کی زیارت کا ارمان تہا۔

بہائی کی یہ مشتاق تہی وہ موسیٰ کی دختر ۔ سایہ بہی جو ہلتا تو ٹہرتی نہ تہی دم بہر

ہر دم تہی مناجات کہ اے خالقِ اکبر ۔ اب جلد ملے مجھکو حضوریٔ برادر

جو حکم ترا ہوگا بجالائے گی لونڈی

اب دیر جو ہو ویگی تو مر جائیگی لونڈی

اب مجھکو زمیں طوس کی دکہلا مرے مولا ۔ مشتاق ہوں بہائی کی نہ ترپا مرے مولا

راحت ہو، گذرتی ہے جو ایذا مرے مولا ۔ برلا دلِ عاجز کی تمنا مرے مولا

امید عنایت ہے غریب الغربا کو

تو رد نہیں کرتا ہے مسافر کی دعا کو

اسی طرح منزل بمنزل شوق زیارت امام علیہ السلام میں چلی جاتی تہیں۔ راحت و آرام کا خیال نہ فرماتی تہیں بعد طئے مراحل و قطع منازل حضرت فاطمہ مقام ساوہ میں پہونچکر علیل ہو گئیں اس وقت ساکنان ساوہ سے دریافت کیا کہ شہر قم یہاں سے کتنی دور ہے۔ ان لوگوں نے عرض کی کہ یہاں سے دس فرسخ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے جلد شہر قم پہونچا دو کہ وہاں دوستداران علی کا بڑا مجمع ہے یقیناً ان لوگوں سے مجھے بہائی کا حال معلوم ہوگا جو سببِ تسکینِ دلِ مغموم ہوگا۔ ساکنان ساوہ نے آپکے

حکم کی تعمیل کی اور مقام قم تک پہونچا دیا۔ جب قریب شہر قم پہونچیں اور آپ کی آمد کی خبر مشتہر ہوئی تو رؤسا و شہر نے آپ کے استقبال کا ارادہ کیا اور ہر قسم کا اسباب جلوس ہمراہ لیکر بیرون شہر صف بستہ کھڑے ہوکر انتظار آمد حضرت معصومہ کرنے لگے ناگاہ سواری جناب معصومہ کی آئی۔ سبھوں نے مثل غلاموں کے بڑھ بڑھ کر نہایت ادب سے سلام کیا اور موسیٰ ابن خزرج نے جو اس شہر کا رئیس تہا۔ بڑھ کر مہارِ ناقہ کو فخریہ تہام لیا۔ اور اس شان سے سواری حضرت معصومہ کی داخل شہر ہوئی۔

گھٹتی تھی راہ اور شرف بڑہتے جاتے تھے
تسبیح اربع اہل جِلَو پڑہتے جاتے تھے

القصہ جناب معصومہ جب داخل شہر ہوئیں تو دیکھا کہ تمام شہر سیاہ پوش ہے اور ہر گھر سے آواز نوحہ و ماتم بلند ہے۔ یہ دیکھکر حضرت معصومہ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس رئیس کا ماتم ہے۔ لوگوں نے بجز آنسو بہانے کے اور کچھ جواب ندیا اس وقت جناب معصومہ زیادہ پریشان ہوئیں۔ اور اپنے حق کی قسم دیکر دریافت کرنے لگیں کہ جلد بتاؤ یہ کس سردار کا

ماتم ہے۔ اس وقت لوگوں نے بیان کیا کہ اے معصومہ ہم لوگ
بے امام ہو گئے۔ آپ کے بھائی کو خلیفہ ماموں رشید نے
زہر ستم سے شہید کیا جس وقت سے ہم لوگوں نے یہ خبر
سنی ہے اسوقت سے ہر ایک شخص نے اپنے گھر میں صف ماتم
بچھا کر گریہ وزاری شروع کر دی ہے۔ یہ سنکر حضرت معصومہ
اس قدر بیتابانہ روئیں کہ روتے روتے غش آ گیا۔ ہر چند عورات
سمجھاتی تھیں کہ:۔

صابر رہو کہ مرتبہ صابر کا ہے جلیل　　　حامی کوئی نہیں ہے تو اللہ ہے کفیل
راہ خدا میں بھائی تمہارے ہوئے قتیل　　　بخشش کی عاصیوں کے نکالی یہ سبیل

مرنے کا یہ سبب ہے شہ خوش صفات کا
امت کے واسطے ہے وسیلہ نجات کا

امت وہ ہے کہ جس کی نبی کرتے تھے ثناء　　　امت وہ ہو کہ جس پہ ہمیشہ ہے فدا
فرماتے تھے زبان مبارک سے بارہا　　　امت مجھے عزیز ہے اولاد سے سوا

دنیا میں ایک دم بھی نہ غفلت دعا سے کی
معراج کو گئے تو شفاعت خدا سے کی

باتیں یہ سن کے رونے لگی اور زار زار　　　ششدر کھڑے تھے وہ اپنے محبان نامدار
سر اپنا پیٹ کر یہ پکاری وہ سوگوار　　　ہے ہے یہی ہے امت محبوب کردگار

کرتے ہیں خون امامِ فلک احتشام کا
بدلہ ہی ہے الفتِ خیرلانام.... کا

جناب معصومہ کو بجز گریہ وزاری کسی صورت سکون نہوتا تھا۔ اور کیونکر ہوتا کہ جب ایسی عاشق بہن شوق دیدار برادر نامدار میں وطن چھوڑ کر اور صعوباتِ سفر اٹھاکر حضوری کیواسطے آئے۔ اور جب تھوڑا فاصلہ رہ جائے۔ اس وقت امید منقطع ہو جائے۔ چنانچہ اس غم والم میں حضرت نے سولہ روز بسر کئے سترہویں روز باشتیاق دیدار برادرِ نامدار اس دنیائے ناپائیدار سے کوچ کر گئیں اور بھائی کے غم میں روتے روتے مر گئیں۔ چونکہ آپ کا مزار اسی شہر قم میں بنا اس لئے آپ معصومۂ قم کے نام سے مشہور ہیں۔

# کعبہ کا متولی خدا کے گھر میں

جس طرح بعض کوتاہ اندیشوں نے خدا کو تخت خدائی سے اتارنے کی بے سود کوشش کی۔ محبوبِ خدا کو ستایا انکی ہدایتوں کو پسِ پشت ڈالا۔ اہلبیت سے مخالفتیں کیں سادات کرام کا قتل روا رکھا اسی طرح ان کی فضیلت کے گھٹانے میں بھی کوئی

دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ یہ دوسری بات ہے کہ علی الاعلان انکے
وجود ذیجود سے انکار نہیں کیا گیا مگر پالیٹکس (POLITICS)
کی آڑ میں ہر ممکن تدبیر کو عمل میں لایا گیا۔ اور ایسے ایسے
جال پھیلائے گئے کہ دانایان زمانہ دنگ رہ گئے۔ اسی اصول
کو مدنظر رکھتے ہوئے مامون عباسی نے امام رضا علیہ السلام
کو طلب فرمایا تھا حضرت اس تمام رنگ سے واقف تھے
علمِ امامت سے جانتے تھے جس کو قبلِ سفر حضرت نے بطور
پیشینگوئی اپنے اعزا و اقربا پر ظاہر کر دیا تھا۔ جیسا کہ مذکورۂ
بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے چونکہ حضرت لوگوں کے دلی جذبات
کو جانتے تھے اس لئے مدینہ سے چلکر سب سے پہلے آپ مکہ
معظمہ تشریف لے گئے کیونکہ آپ اس یادگارِ ابراہیمی کے
جائز اور شرعی وارث و متولی تھے۔ اور آخری سفر کے وقت
خانۂ خدا کو کسی ایسے شخص کی تولیت میں دینا اور اسکو انچارج
بنا دینا واجب تھا جو مثل حضرت کے ہو۔ اور تولیت کا حق رکھتا
ہو۔ لہذا آپ اپنے خلف اکبر امام محمد تقی علیہ السلام کو لیکر
مکۂ معظمہ پہونچے اور آپ نے تولیت کا کام اس برگزیدۂ خدا
کے سپرد کیا اور اپنے فرائض سے سبکدوش ہو کر سفر ایران

کو شروع کیا۔ امام محمد تقی علیہ السّلام گو ابھی پانچ سال کے بچے تھے مگر امام کے فرزند تھے اور خود امام ہونیوالے تھے اس لئے آپ نے اس عہدہ کی تفویض اپنے پدر عالیمقدار کی موت کا پیام سمجھا۔ اور یہ جانکر کہ اب حضرت زندہ واپس تشریف نہ لا سنگے۔ ایک حجرہ میں بیٹھکر گریہ فرمانا شروع کیا۔ موفق غلام نے امام رضا علیہ السلام کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ اور عرض کیا کہ کسی طرح صاحبزادہ خاموش نہیں ہوتے ہیں۔ اور مصروف آہ و بکاہیں۔ امام ہمام اپنے فرزند کے پاس تشریف لے گئے اور بہ کمال محبت ارشاد فرمایا کہ اے "پیارے اٹھو اور یہاں سے چلو"۔ امام محمد تقی علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں یہاں سے کیونکر چلوں جب کہ آپ یہاں سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے میرے لخت جگر مرضی معبود پر راضی رہنا چاہیئے۔ یہ سنتے ہی امام محمد تقی علیہ السّلام اٹھ کھڑے ہوئے اور بیت اللہ سے رخصت ہوئے۔

## سفر ایران!

امام ہمام علی رضا علیہ السّلام سنہ ۲۰۰ھ میں عازم ایران ہوئے

آپ نے کوفہ اور قم کا سیدھا راستہ چھوڑ دیا اور بصرہ واہواز کا غیر متعارف راستہ اختیار کیا۔ حضرت کا راہ راست کو چھوڑنا ارا کین مامون عباسی کی رائے پر منحصر تھا۔ کیونکہ اُن لوگوں کو خیال تھا کہ راستہ میں شیعیانِ علی اور ارباب سیادت کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ اس سفر میں محمد ابن اسلم طوسی کجاوہ میں آپ کا رفیق تھا۔ اور اسحاق ابن راہو یہ آپ کے ناقہ کی مہار پکڑے ہوئے تھا۔

## ورودِ حضور در نیشاپور

متعدد مورخین شیعہ و سنی نے اس واقعہ کو حوالۂ قلم کیا ہے کہ جب نزولِ اجلالِ فرزندِ رسولِ ایزد متعال کا شہر نیشاپور میں ہوا تو جملہ علماء و فضلاء و رؤسا شہر نے بیرون شہر آکر رسم استقبال کو ادا کیا اور بہت شان و منزلت کے ساتھ حضور کو شہر میں لے گئے جہاں تمام خورد و بزرگ شوق زیارت میں اٹھے چلے آئے۔ ہر کس و ناکس تعریف میں رطب اللسان تھا سب کی زبان پر یہی بیان تھا۔

عرش اورنگ ہے جسکا وہ سلیماں ہے تو ‌ ‌ ‌ ‌ راحتِ قلبِ نبی فاطمہ کی جاں ہے یہ

خضرِ توقیر ہے یہ رہبرِ ایماں ہے یہ
حجتِ محکمِ حق آیۂ قرآں ہے یہ

حق کے قائم ہوئے دنیا میں دلائل اسسے
حل ہوئے شرعِ محمدؐ کے مسائل اسسے

# مہرِ امامت کی شعاعیں

جسوقت جوس معہ سواری ذیشان وسطِ شہر میں پہونچا تو اس قدر اژدہام خلائق تھا کہ تِل دہرنے کو جگہ نہ تہی۔ امام ہمام اس وقت ایسے قاطر پر سوار تھے جس کا ساز وسامان نقرئی تہا ایک نقرئی عماری میں وہ حجتِ باری جلوہ افروز تھے عماری کے دونوں طرف خنر کے زرّین پردے پڑے ہوئے تھے اس وقت امام المحدثین حافظ ابو زرعہ رازی اور محمد ابن مسلم طوسی اہل علم وحدیث کی ایک جماعت کو لیکر آگے بڑہے۔ اور حاضرِ خدمت ہوکر عرض کرنے لگے کہ اے سیدوں کے سردار اور رہنما اماموں کے امام۔ اے سلسلۂ پاکیزہ ارضیتہ کے خلاصہ اور طاہرین کے انتخاب آپ کو اپنے آبائے طاہرین کا واسطہ اور اجدادِ مکرمین کا صدقہ ہمکو اپنے دیدارِ میمنت آثار سے محروم نہ فرمائیے۔ اور زیارت سے مشرف کیجئے تاکہ مہرِ امامت

کی شعاعوں سے ہمارے قلوب منور ہو جائیں ایمان کے درجے بڑھ جائیں۔ اور کوئی حدیث اپنے جدِ امجد حضرتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بحوالۂ اپنے آبائے معصومین کے بیان فرمائیے جو ہمارے لئے باعثِ خیر و برکت دنیا و آخرت ہووے یہ کہکر محمد ابن رافع۔ احمد بن حارث۔ یحیٰی ابن یحیٰی اور اسحاق ابن راہویہ نے آپ کے قاطر کی باگ تھام لی۔ اور بکمال التجا اپنی استدعا کو پیش کیا۔

# سرکارِ امامت میں باریابی

اہالیان شہرِ نیشاپور و ارباب علم و حدیث کی استدعا پر امام عالیمقام نے سواری کو روک دینے کا حکم دیا اور عماری کے پردے الٹ دینے کو ارشاد فرمایا جس کی فوراً تعمیل کی گئی جونہی مشتاقان دیدار نے اپنے رسول کے جگر گوشہ کا رُخِ روشن دیکھا اور جوں ہی جمالِ جہاں آرا کی زیارت سے مشرف ہوئے سب کے قلوب سینوں میں بیتاب ہو گئے۔ یہ دیکھکر کہ شبیہ رسول رُخِ انور کے دونوں جانب زلفیں چھوٹی ہوئی ہیں یا ماہِ شبِ چہاردہ کے چاروں طرف ابر سیاہ نے گھیرا ڈال رکھا

ہے۔ کسی کو یارائے ضبط نہ رہا۔ سب کے سب دہاڑیں مار مار کر
رونے لگے۔ بہتیروں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ صدہا
زمین پر لوٹنے لگے اور نیم بسمل نظر آنے لگے۔ بعض سواری کا
طواف کرنے لگے گرد و پیش گھوم نے لگے۔ مرکبِ اقدس کی
زین و لجام چومنے لگے نشۂ الفت میں جھومنے لگے۔ اشتیاق
دیدار میں دیوانہ بڑھے چلے آتے تھے۔ ایک پر ایک گرے جاتے
تھے۔ کوئی گردن کو بلند کرتا تھا۔ شوقِ زیارت میں مرتا تھا
کوئی حسرتِ دید میں بیتاب تھا۔ چشم پُر آب تھا۔ کوئی نزدیک
تھا کوئی دور تھا۔ ہر ایک کا قلب جوشِ ولا سے معمور تھا کوئی
ثنائے رُخِ زیبا لکھنے میں مصروف تھا۔ کوئی باغِ حسنِ امامت
سے گلچینی کرنے میں مشغول تھا۔ کوئی ٹکٹکی لگائے رُخِ انور کو
دیکھ رہا تھا۔ کوئی تصویرِ محبت بنا ہوا خاموش کھڑا تھا! گرچہ
ہر شخص بیگانہ تھا۔ مگر شمعِ امامت کا پروانہ تھا۔ کوئی دل فدا
کرنے کو تیار تھا۔ کوئی دست بوسی کا طلبگار تھا کسی کا نخلِ
حسرت ثمر لا رہا تھا۔ بہارِ حسرت دکھا رہا تھا۔ کوئی نشۂ حسرت
سے چور تھا۔ دیدارِ فیض آثار سے مسرور تھا۔ یہاں تک کہ
دوپہر دن نکل آیا۔ اور بحرِ شوق کا تموّج کم نہوا۔ اس وقت

علمار کی ایک جماعت نے بآواز بلند مخاطب ہو کر کہا کہ اے مسلمانو ذرا خاموش رہو۔ اور فرزند رسول کے آزار کا باعث نہ بنو۔ جب ذرا شور و غل میں کمی آئی۔ تو حضرت امام ہمام نے اس طرح پر حدیث رسول ارشاد فرمائی۔ حدثنی ابی موسیٰ ابن جعفر الکاظم قال حدثنی ابی جعفر محمد بن الصادق قال حدثنی ابی محمد ابن علی قال حدثنی ابی علی ابن الحسین زین العابدین قال حدثنی ابی الحسین الشہید بکربلا قال حدثنی ابی علی ابن ابی طالب قال حدثنی اخی و ابن عمی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال حدثنی جبرئیل علیہ السلام قال سمعت رب العزت یقول انی انا اللہ لا الٰہ الا اللہ انا واحدی عباد فاعبدنی ولیعلم من یقی منکم بشہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ مخلصاً انہ قد دخل فی حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی۔ ترجمہ۔ کہا مجھ سے میرے پدر بزرگوار امام موسیٰ کاظم نے اور کہا ان سے ان کے پدر عالی مقدار جعفر صادق علیہ السلام نے اور ان سے کہا ان کے پدر امام محمد باقر نے اور ان سے کہا ان کے پدر امام زین العابدین نے اور ان سے کہا ان کے پدر امام حسین شہید کربلا علیہ السلام نے اور ان سے کہا ان کے

پدر حضرت علی ابن ابیطالب سے اور اُن سے کہا اُن کے ابن عم حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم نے اور اُن سے کہا حضرت جبریل نے اور انہوں نے سنا حضرت رب العزت سے کہ میں ہوں خدا اور کوئی میرے سوا معبود نہیں۔ اے میرے بندو میری عبادت کرو اور یہ یقین کر لو کہ جو شخص میری وحدانیت کی شہادت پورے خلوص سے دیگا وہ گویا میرے حصن حصین میں داخل ہوگا اور جو حصن حصین میں داخل ہوگا وہی عذاب سے نجات پائیگا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا حضرت اخلاص شہادت کیونکر حاصل ہوسکتا ہے حضرت نے جواب دیا کہ اس کی شرطیں ہیں اور منجملہ اُن کے "ایک شرط میں ہوں"۔

## ظہورِ معجزات

(۱) شہر نیشاپور میں حضرت نے مسمیٰ پسندہ کے گھر میں قیام فرمایا اور دورانِ قیام میں حضور نے ایک دانہ بادام بو دیا۔ جو بڑا ہو کر ضرورت سے زیادہ پھل لایا۔ ہر سال عوام الناس اُس سے مستفیض ہوتے تھے۔ اُس درخت کا پھل کھانے سے بیمار تندرست ہو جاتے تھے۔ عسر ولادت میں عورات کو آسانی

ہوتی تھی۔ دردِ چشم کے لئے اکسیر ثابت ہوتا تھا۔ بیمار چوپایوں کے جسم پر پھیرنے سے صحت ہو جاتی تھی۔ غرضکہ ہر طرح اُن پہلوؤں سے نفع کے پھل حاصل ہوتے تھے۔ اور نخلہائے امید بار آور ہوتے تھے:۔

(۲) اوسی نیشاپور کے محلہ عزونی میں ایک حمام تھا اور حمام کے قریب ایک چشمہ تھا۔ جو ایک عرصہ سے خشک پڑا ہوا تھا حضرت نے اُس سے پانی نکلوایا تو وہ از سرِ نو جوش زن ہو گیا حضرت نے اس کے قریب ایک حوض بنوا دیا جس میں کئی سیڑھیاں اُتر کر چشمہ تک پہونچا جاتا تھا حضرت نے خود اس چشمہ میں اُتر کر غسل فرمایا اور پھر نماز ادا کی۔ چنانچہ اس روز سے معمول ہو گیا کہ جو شخص وہاں جا کر غسل کرتا ہے وہ نماز بھی پڑھتا ہے۔ اور اب وہ حمام گرمابۂ امام رضا علیہ السلام کے نام سے اور چشمہ چشمۂ رضا کے نام سے مشہور ہے و معروف ہے۔ اور حوض کا نام حوض کاہلان پکارا جاتا ہے۔

# وجہ تسمیہ حوض کاہلان!

(۳) ایک روز ایک شخص حمام مذکورہ بالا میں غسل کرنے کو گیا

اور روپیہ کی تھیلی کمر سے کھول کر ایک طاق میں رکھدی اور بعد فراغت غسل نماز پڑھنے کو چلا گیا اور تھیلی اٹھانا بھول گیا۔ نماز پڑھکر وہ باہر آیا اور اپنے قافلہ کے ساتھ حج کرنے کو چلا گیا۔

جب حج سے واپس آیا تو پھر حمام میں غسل کرنے کو گیا۔ مگر دروازہ حمام بند پایا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ حوض کے طاق میں ایک سانپ بیٹھا ہے جس کے خوف سے کوئی شخص اندر نہیں جاتا۔ اس نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور حمام میں چلا گیا۔ وہاں جاکر اس نے سانپ کو نہ پایا۔ بلکہ وہی تھیلی بدستور رکھی ہوئی ملی جس کو اس نے پہچان کر اٹھالیا۔ یہ واقعہ دیکھکر لوگ متحیر ہوے اور کہنے لگے کہ حقیقت میں ہم بڑے کاہل نکلے۔ اور سانپ کے خوف سے اندر نہ گئے۔ ورنہ یہ تھیلی ہمارے ہاتھ آتی۔ اس وقت سے یہ حوض۔ حوض کاہلان کے نام سے مشہور ہوگیا۔

(۴) اثنائے سفر میں جب حضرت کی سواری قریۂ حمراء کے قریب پہونچی تو حضور نے فریضۂ ظہر ادا فرمانے کے خیال سے پانی طلب فرمایا لوگوں نے عرض کیا کہ یا حضرت یہاں پانی نہیں ہے حضرت سواری سے اتر پڑے۔ اور ایک پتھر کو ہٹا کر تھوڑی سی مٹی اپنے ہاتھ سے ہٹائی فوراً ایک چشمہ جوش زن ہوا حضرت

سے نے اور جملہ ہمراہیان نے اس سے وضو کیا اور نماز جماعت ادا کی۔ اب تک وہ چشمہ موجود ہے اور چشمۂ رضا کے نام سے مشہور ہے:
(۵) ایک قافلہ خراسان سے کرمان شاہ کو جارہا تھا راستہ میں قزاقوں کے ظلم وستم کا نشانہ ہوا۔ سردار قافلہ کو گرفتار کر کے طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کر دیا۔ آخر کار بہت سا مال دیکر اس نے اپنی جان بچائی۔ اس رئیس کے ہاتھ باندھ کر چوروں نے برف میں کھڑا کر دیا تھا۔ اور منہ میں بھی برف ٹھونستے جاتے تھے شب کے وقت ایک عورت نے ترس کھا کر اس کو کھولدیا۔ وہ بھاگ کر اپنی جان تو بچا لایا مگر اس کا منہ بگڑ چکا تھا۔ برف کی سردی سے پٹھے اکڑ گئے تھے۔ اچھی طرح بول نہ سکتا تھا۔ منہ کھول نہ سکتا تھا۔ بھاگ کر واپس خراسان پہونچا تو امام علیہ السلام کی آمد کی خبر سنی شب وروز اسی دھن میں تھا۔ آمدِ مولا کا منتظر تھا۔ ایک روز خواب میں اس کو مولا کی زیارت ہوئی۔ اپنے مرض کی بابت عرض کیا حضرت نے حکم دیا۔ کہ زیرہ صعتر اور نمک تینوں ہموزن پیس کر منہ میں رکھو۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو دوا یاد نہ رہی۔ جب حضرت امام علیہ السلام کی سواری خراسان میں آئی تو شرف ملازمت

حاصل کرکے پھر دوا کی نسبت عرض کیا حضرت نے فرمایا کہ ہم نے دوا تو بتلادی تھی۔ کیوں استعمال نہ کی۔ اس نے عرض کی کہ یا مولا مکرر سننے کا مشتاق ہوں حضرت نے پھر وہی نسخہ جو خواب میں بتلایا تھا۔ لکھدیا۔ اس کا استعمال کرنا تھا کہ منہ بھی درست ہوگیا اور زبان بھی۔ (ابو احمد عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے بچشم خود اس شخص کو دیکھا اور اس نے یہ تمام کیفیت اپنی زبان سے بیان کی

(٦) اسی طرح حضور والا منزل بہ منزل قیام فرماتے ہوئے شہر طوس میں رونق افروز ہوئے۔ وہاں ایک پہاڑ ہے۔ کہ جس کا پتھر ظروف بنانے کے کام میں لایا جاتا تھا حضرت اس پہاڑ سے کمر لگا کر استادہ ہوئے۔ اور پہاڑ کے لئے دعائے خیر فرما کر اعجاز داؤدی دکھایا۔ یعنی یہ حکم دیا کہ ہمارے لئے اس پتھر کی دیگچیاں بنائی جائیں۔ اور انہیں میں آج کا طعام تیار کیا جائے۔ چنانچہ فوراً تعمیل ارشاد کی گئی۔ اور انہیں برتنوں میں کھانا تیار ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت کی دعا سے وہ پتھر بیحد نرم ہوگیا اور اطراف میں اسی کے برتن بنائے جانے لگے۔ چنانچہ اہالیان طوس فخریہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے واسطے خدا نے اس پتھر کو اب ایسا نرم کردیا ہے جیسے کہ حضرت داؤد کے لئے لوہے کو نرم کردیا تھا۔

داخل ہوئے جب طوس میں شاہنشہ ابرار | غل پڑ گیا ہر ایک محلہ میں یہ ایکبار
لو آئے رضا خالق مختار کے مختار | مامون کا مکاں ہو گیا ایک تختہ گلزار

قصرِ ستم ایجاد میں تصویر علی تھی
بتخانہ میں شمعِ حرم لم یزلی تھی

اس کے بعد حضور قریہ سناباد سے گذرتے ہوئے دار الخلافہ مرو میں پہونچے۔ مامون عباسی نے شرائط استقبال کو ادا کیا اور مع ارکان حکومت و اعیانِ درگاہِ سلطانی بیرونِ شہر آداب بجالایا۔ اور بعد دست بوسی آپ کو شہر میں لایا۔ اور بہت کچھ اظہار سرور و مسرت کیا۔ اور ایک قصر عالی شان جو ہر طرح مرصع و آراستہ تھا۔ آپ کی رہائش کے لئے تجویز کیا۔ مگر دیگر اربابِ سیادت کو جو ہمرکاب تھے علیحدہ مکان میں ٹھہرایا اور اپنے خیال کو پالی ٹکس کا لباس پہنایا۔

# حضرت امام کا پہلا کام

حضرت نے یہاں پہونچکر سب سے پہلے یہ کام کیا کہ آپ قبۂ ہارون رشید میں افتاں و خیزاں تشریف لے گئے۔ پہلے تو ہارون رشید کی قبر کو بغور ملاحظہ فرمایا پھر ایک خط

اس قبر سے جانب قبلہ کھینچکر ارشاد فرمایا کہ عنقریب میں یہاں دفن ہونگا۔ اور یہ مقام میرے شیعوں اور دوستوں کے لیئے جائے زیارت ہوگا۔ جو کوئی میری زیارت کو آئیگا اور مجھ پر سلام بھیجیگا مستحق رحمت و مغفرتِ جناب عزت ہوگا

چاروں طرف اس قبر کے دیکھا جو رضا نے خط کھینچا یدِ پاک سے مرقد کے برابر
رو رو کے یہ ارشاد کیا نورِ خدا نے چھوڑا ہے وطن یا نکے لئے بے سرو پا نے

مسموم مجھے ہونا ہے رقت کی یہ جا ہے
پہچان لو سب یہ مری تربت کی جگہ ہے

کس درجہ ہے شفاف اور زمین یہاں کی سمجھے ہوے ہیں قدر کو افلاک یہاں کی
پر نور مرے دم سے ہے املاک یہانکی لائی ہے مدینہ سے مجھے خاک یہاں کی

کیا کیا شرف اللہ نے بخشے ہیں زمیں کو
دیکھا نہ ہو گر۔ دیکھ لو فردوس بریں کو

مدفون کرینگے اسی جا پر ہمیں دشمن غیرت دہِ گلزارِ جہاں ہوگا یہ مدفن
مانندِ فلک قدرتِ خالق سے ہو روشن لاریب فرشتوں کے لئے ہوگا یہ مسکن

کیوں ہو نہ سزاوارِ جہاں دوست ہمارے
آئینگے زیارت کو یہاں دوست ہمارے

جو آئینگے دیندار یہاں کرنے زیارت یا تحفہ تسلیم کو بھیجینگے بہ الفت

ضامن ہوں شفاعت کا وہ سب پائنگے جنت　　واجب ہے انہیں کیلئے اللہ کی رحمت

جوزائرِ مسموم و غریب الغربا ہے
فردوس اسی کے لئے تعمیر ہوا ہے

یہ کہکر حضرت بادیدۂ نمناک مشغولِ عبادت ہوئے۔ اور بعدِ نماز مصروفِ مناجات ہوئے اور سجدۂ شکر ادا فرمایا۔

کیونکر نہ رضا سب کہیں راضی برضا کو
شیعوں کو دعا دیکے کیا سجدہ خدا کو

سجدۂ شکر کو حضرت نے اس قدر طول دیا کہ کئی سَو مرتبہ تسبیح پڑہی اور درگاہِ خداوندِ قدوس میں عجز و انکسار کا اظہار فرمایا

## رشتۂ عقیدت میں پالیٹکس کی گرہ

موجود تھے دشمن کی مدارت کی خاطر
قاتل کے چلے پاس مدارت کی خاطر

قبۂ ہاروں رشید سے چلکر حضرت امام علیہ السّلام جانب دربار ماموں رشید عباسی روانہ ہوئے۔ جب داخل دربار ہوئے ماموں رشید تعظیم کو استادہ ہوا۔ اور بعد ادائے مراسم سلام حضرت کو اپنے پاس مسند پر بٹھایا۔ اور یوں گویا ہوا۔ کہ اے فرزند

خیر البشر اور اے علیؑ و فاطمہؑ کے لختِ جگر اس میں ذرہ شک نہیں
کہ آپ تمام دنیا سے علم میں افضل، فضیلت میں فرد اور زہد و
عبادت میں یکتا ہیں۔ میرے دل میں حضور کی انتہائی محبت ہے
اور آپ کے اخلاق و محاسن کا میرے قلب میں نقش ہے۔ میری
خواہش ہے کہ میں ہمیشہ ہمیشہ آپ کی خدمت سے شرف اندوز
ہوتا رہوں۔ اور اس کو اپنے لئے باعث فخر و مباہات سمجھوں
خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مجھے زیارت حاصل ہوئی اور میری
دیرینہ تمنا برآئی۔

مہمان ہوئے آکے عنایت ہے خدا کی
اِن قدموں نے آکر مری توقیر سوا کی

چونکہ آپ مجھ سے زیادہ سزاوار خلافت اور مستحقِ حکومت ہیں
اور جانشینِ و خلیفۂ بلافصل ہیں اس لئے خواہش مند ہوں کہ اس
تخت کو قبول فرمائیں۔ اور میری استدعا کو شرفِ قبولیت سے
ممتاز کیجئے۔

مامون کا سخن سنکے یہ کہنے لگے حضرت — جو بندہ ہو کیونکر نکرے حق کی عبادت
ہے اسکی عنایت سے یہ سب عزت و حرمت — غافل نہو، ہر وقت خدا کی ہے یہ دولت
رتبہ سے جواہر سے نہ چاندی نہ طلا سے

## ہے فخر فقط بندگئ ربِّ علا سے

اے مامون عباسی میرا زہد و تقویٰ اس لئے نہیں ہے کہ میں اس کو ذریعہ حصولِ مملکت بناؤں۔ اظہارِ علم و حلم کرکے بادشاہ بنجاؤں بلکہ اس واسطے ہے۔ کہ خدا کا بندہ کہلاؤں۔ روزِ حشر مستحقِ رحمت سمجھا جاؤں اور خدا کے نزدیک رفیع گردانا جاؤں۔ بادشاہ عباسی نے کہا یا حضرت میری دلی تمنا ہے کہ آپ میری استدعا کو منظور فرمائیں۔ اور مجھے تخت و تاج سے سبکدوش فرمائیں تاکہ یہ امانت جو میرے قبضہ میں ہے۔ بلا خیانت میں پیش کردوں اور شرفِ بیعت حاصل کرکے خادموں کی طرح خدمت پر کمربستہ نظر آؤں۔ حضرت نے جواب دیا:-

فرمایا خدا نے تجھے گر دی ہے خلافت　　جائز یہ نہیں اور کو تو بخشنے یہ دولت
اللہ نے گر مجھکو نہیں کی ہے عنایت　　کیا دینے پہ قابو ترا او بانئی بدعت

جو چیز نہ اپنی ہو تو کیونکر اوسے دیگا
قابل جو خلافت کے ہے داور اسے دیگا

بادشاہ بار بار اپنی استدعا کو پیش کرتا رہا اور حضرت یہی فرماتے رہے کہ میں اپنے لئے بندۂ خدا ہونے کی شان کو ہزار افتخار کا باعث سمجھتا ہوں اور تعلقات دنیاوی کے ترک کر دینے کو اپنے علوم مرتبت

کا ذریعہ جانتا ہوں مگر مامون عباسی کچھ نہ سنتا تھا اور اصرار پر اصرار کئے جاتا تھا۔ اور حضرت درگاہ رب العزت میں اپنے دونوں ہاتھ بلند فرما کر بار بار یہ دعا ارشاد فرماتے تھے۔ کہ اے معبود ذوالمنن کوئی عہدہ، سوائے تیرے عہدہ عطا کردہ کے نہیں ہے۔ اور کوئی ولایت سوائے تیری ولایت کے نہیں ہے۔ پروردگار تو مجھکو اپنے دین پر قایم رہنے اور تیرے رسول کے احکام کو جاری کرنے اور زندہ رکھنے کی توفیق عطا کر کیونکہ تو سب مالکوں سے بہتر مالک اور تمام مددگاروں سے اچھا مددگار ہے۔ اس اصراری گفتگو سے فضل ابن سہیل متعجب ہو کر کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں نے آج تک بادشاہت کو اسقدر ذلیل و خوار ہوتے نہیں دیکھا اور نہ سنا۔

ادھر تو بادشاہ ٹال رہا ہے۔ اور اپنے قبضہ سے حکومت کو نکال رہا ہے۔ اودھر امام علیہ السلام اس کو بار خیال کرتے ہیں یہ خلافت ہے یا آفت ہے۔

# درباری حاسد اور اعجاز امامت

(۷) فضل ابن سہیل وزیر سلطنت کا یہ فقرہ محض حسد پر مبنی تھا وہ چاہتا تھا۔ کہ بہت جلد دو ٹوک فیصلہ ہو جائے۔ اور مامون اپنے اصرار

سے باز آجائے۔ تاکہ سلطنت بدستور میرے زیر قلم رہے۔ اور میں بادشاہ کو کٹھ پتلی کی طرح نچاتا رہوں اور دستخطی مشین بنا رہے اور جملہ امور سلطنت میرے قلم سے طے ہوتے رہیں۔ کیونکہ امام رضا علیہ السلام نے اگر مامون کی استدعا منظور کرلی تو میری امامت خاک میں مل جائے گی۔ حکومت دھری رہ جائے گی چنانچہ اس نے دیگر اہل دربار سے مشورہ کرکے سب کو اپنا ہمخیال بنالیا اور یہ قرار پایا کہ جب حضرت دربار میں تشریف لایا کریں تو کوئی تعظیم و تکریم نہ کرے اور نہ پردہ اٹھائے تاکہ امام علیہ السلام بددل بنے رہیں اور قبول سلطنت پر آمادہ نہوں

پر وقت طلوع قمر دیں کا جب آیا — بس رعب جگر بند ید اللہ کا چھا...یا
بیساختہ پردہ انہیں لوگوں نے اٹھایا — ہاتف نے کہا ان پہ ہے اللہ کا سایا

معلوم ہوا نور خدا پیر و جواں کو
ہاتھ اٹھ گئے تسلیم امام دو جہاں کو

اس وقت آپس میں ہر شخص دوسرے کو اشارہ کرتا تھا اور منفعل ہوکر گردن جھکا لیتا تھا۔ بالآخر سب نے مان لیا کہ بے شک یہ اعجاز امامت ہے:۔

تھا تیسرا دن جمع تھے مامون کے سب انصار — معمور تھا دربار یہ تھی کثرت حضار

موجود تھے ہتھیار سجے فوج کے سالار ظالم کے محل میں تھے شہنشاہِ خوش اطوار
سرداروں کو تھی فکر یہاں بے ادبی کی
آمد ہوئی فرزندِ امامِ عربی . . . کی

اُس روز بھی سب لوگ عہد کر کے بیٹھے تھے مگر بہ اعجازِ امامت پردہ خود بخود اُٹھ گیا جب یہ حال اُن لوگوں نے دیکھا تو اپنا عہد شکست کر دیا اور تعظیم کرنے پر مجبور ہوئے :-

تھے محوِ دعا چار طرف بیکس و محتاج قائل تھے عدو بھی کہ نہیں انکا جواب آج
تھا سبز عمامہ صفتِ صاحبِ معراج اللہ نے سیّد کو زمرّد کا دیا تاج
کرسی پہ جو بیٹھے تو عجب جلوہ گری تھی
شمشیرِ دو دم زانوئے اقدس پہ دھری تھی
ارشاد کیا آپ نے العزۃ... للہ.. ہو کر متبسم ہوئے راہی شہِ ذیجاہ
اس عالمِ حیرت میں یہ گویا ہوئے گمراہ خود حکمِ الٰہی سے اُٹھا پردۂ در، واہ
کہتے نہیں اعجاز تو کیا کہتے ہیں اِس کو
حضرت نے کہا فضلِ خدا کہتے ہیں اِسکو

## اِمتحانِ سِیادت

(۸) ادھر درباریوں کی یہ حالت تھی۔ دوسری طرف شہر میں ایک

عورت تھی جو اپنی ذات کو اولادِ جناب فاطمہؑ سے نسبت دیتی تھی اور سیدانی مشہور کرتی تھی۔ زینب اس کا نام تھا۔ مکر و دغا اُس کا کام تھا۔ حضرت کی موجودگی میں بھی وہ نہ شرمائی کلماتِ زور بدستور زبان پر لائی۔ اہالیان شہر نے حضرت سے اس کا تذکرہ کیا اور استفسار حال کیا:۔

امام پاک نے فرمایا اس کو حلم نہیں
وہ سیدہ ہوئی کیونکر یہ مجھکو علم نہیں

جب زینب کو معلوم ہوا کہ حضرت نے میری قلعی کھول دی اور عام لوگوں میں عدم سیادت کا چرچا ہونے لگا تو وہ خلیفہ کے پاس پہونچی اور حضرت کی اس طرح شکایت کرنے لگی۔ کہ امام علیہ السّلام مجھکو غیر سیدہ بتلاتے ہیں۔ میرے دعوے کو جھٹلاتے ہیں۔ میرے نسب کو مٹاتے ہیں۔ اگر میں اس کا عوض لوں یا جواب دوں تو خلیفہ اور امام دونوں کی ناراضگی کا باعث ہوگا۔

سنی امام امم نے جو اُسکی ردّ و بدل ۔۔۔ پیام بھیجا کہ حاکم کے پاس آؤنگا کل
تمام حال سے عالِم ہے ربِّ عزّ وجل ۔۔۔ اگر وہ صادقہ ہے اسمیں کیا ہمارا خلل

اگر وہ جھوٹی ہے اپنی سزا کو پائے گی
ہمیں ضرر نہیں پر اس کی جان جائیگی

الغرض دوسرا دن ہوا۔ امام ہمام حسب وعدہ دربار خلیفہ میں پہونچے۔ اُدھر وہ عورت مدعی سیادت آئی۔ اپنی عادت کے موافق کلمات زور زبان پر لائی۔ حضرت نے فرمایا کہ اے خلیفہ ہم سیّدوں کا گوشت درندوں پر حرام ہے لہذا اُس جگہ پر جس کا برکتہ السّباع نام ہے اور درندوں کا مقام ہے۔ اِس عورت کو بھیجدو۔ اگر یہ سیّدہ ہے تو درندے اس کو دیکھکر مہربان ہو جائیں گے۔ اور کھانے کا خیال بھی دل میں نہ لائیں گے۔ اور برخلاف اس کے اگر یہ سید ہ نہیں ہے تو وہ اس کو اپنا لقمہ بنا جائیں گے۔ یہ سنکر وہ عورت بیحد غضبناک ہوئی اور امام انام کے مقابلہ پر بیباک ہوئی اور یوں گویا ہوئی:۔

کہا امام سے اسنے کہ پہلے جاؤ تم نسب کا اپنے تو احوال آزماؤ تم
وہاں پہ جاکے جو شیروں سے بچکے آؤ تم زبان پاک پہ ایسا کلام لاؤ تم
ابھی سے کس لئے ایسے بیان کرتے ہو
بغیر اپنے مرا امتحان کرتے ہو

حضرت امام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ اچھا پہلے میں جاونگا اور امتحان سیادت کا تماشہ دکھلاؤنگا۔ اے کذابہ تو دیکھیگی کہ دنیا میں امام ایسا ہوتا ہے جس کے زیر اطاعت چرند و پرند و درند

ہوتا ہے ۔ یہ کہکر حضور برکتہ السباع کی طرف تشریف لے چلے تمام معتقدار دربار نے آپ کو روکا اہالیان شہر نے دست بستہ عرض کیا۔ یا حضرت وہ مقام خلیفہ نے گناہگاروں کے واسطے بنا رکھا ہے ۔ وہاں درندے بھوکے رہتے ہیں۔ جو لوگ وہاں جاتے ہیں وہ بجائے زندہ رہنے کے مردہ واپس آتے ہیں۔ خلیفہ ماموں نے کہا کہ اے ابوالحسن اپنے ارادہ کو فسخ کر دو اس خیال کو چھوڑ دو۔ اور ایک نادان سے مباحثہ نکرو۔ وہاں جانا کسی طرح مناسب نہیں ہے ۔ اگر خدا نخواستہ کسی طرح کا ضرر پہونچا تو میرے لئے ہمیشہ کی بدنامی ہوگی۔ ہر کس و ناکس مجھ پر الزام لگائیگا الفاظ ناشائستہ کو زبان پر لائیگا:۔

کہا امام نے تب حاکم خراساں سے — نہیں سمجھتا ہے کیا مجھکو آل عمرا ایسے
مجھے ہے رابطہ لاریب شیر یزداں سے — نہ مجھکو خوف ہے انساں سے اور نہ حیواں سے

کریں گے شیر یہاں کے اگر ادب میرا
عیاں ہر ایک پہ ہوگا حسب نسب میرا

یہ کہکے آقائے نامدار نبیرہ دُلدل سوار۔ اولاد شاہ صفدر ثانیٔ حیدر آگے بڑھے اور جب برکتہ السباع کے قریب پہونچے تو دروازہ خود دست مبارک سے کھولا اور اندر داخل ہوگئے۔ جونہی اسداللہ کا فرزند فاطمہ کا جگر بند قریب شیران وحشی کے پہونچا۔ تمام درندے

قریب آگئے۔ اور امام کے قدم چومنے لگے۔ امام علیہ السّلام نے ہر ایک کو پیار کیا۔ شیروں نے اظہار انس و محبت کرکے امامت کا اقرار کیا۔

نثار ہوتے تھے آآکے گرد پھرتے تھے
بہ انکسار قدم پر درندے گرتے تھے

حضرت امام علیہ السّلام شاد کام باہر تشریف لائے اور آپ نے اُس مسماۃ مدعی سیادت کی طرف دیکھا جو محو حیرت بنی سکتہ کے عالم میں کھڑی تھی حضرت نے فرمایا اے مدعی سیادت اب تو بھی اندر جا اور اپنا تماشہ خلق خدا کو دکھلا۔ یہ سنتے ہی اُس کذابہ کے حواس جاتے رہے۔ خوف سے تھر تھرانے لگی الفاظ گریز زبان پر لانے لگی۔ یہ دیکھکر خلیفہ کو غصّہ آیا:۔

کہا امیر خراساں نے جلد لے جاؤ کسی طرح یہ نہ اس بے ادب سے باز آؤ
سنو نہ عذر کوئی ہاتھوں ہاتھ پہونچاؤ غذا سباع کی ہاتھ آئی اُن کو کھلواؤ

اگر یہ سیّدہ ہے پھر اسے خطر کیا ہے
اگرچہ شیر ہزاروں ہوں تو ضرر کیا ہے

یہ سنکر وہ کذابہ رونے لگی۔ اشک ندامت سے منہ دھونے لگی۔ مگر کسی نے التفات نہ کی کذابہ سے کچھ بات نہ کی جبراً اُس کو

برکتہ السباع میں داخل کیا شیرانِ وحشی نے دہاڑ کر نعرۂ اللہ اکبر کیا خوشی خوشی اوس کے استقبال کو آئے۔ اس کا گوشت و پوست حلال سمجھکر کام میں لائے:۔

جو کاذبہ ہو بھلا کیونکر اس کی جان بچے
گرا نہ خون کا قطرہ نہ استخوان بچے

تمام شہر میں چرچا ہوا۔ ہر جگہ یہ مذکور تھا کہ واقعی کذابہ تھی آل نبی کی دشمن تھی اسی لئے مقہور ہوئی دنیا سے دور ہوئی:۔

جو جھوٹ کہتے ہیں آخر وہ رنج سہتے ہیں
اسی سے زینب کذابہ اس کو کہتے ہیں

# شہری حاسد!

(۹) اسی طرح ایکمرتبہ کا ذکر ہے کہ شہر میں قحط آب ہوا۔ ہر کس و ناکس بیتاب ہوا۔ دریا خشک ہوگئے۔ پانی نہ برسا۔ حاسدین اور مخالفین کو موقعہ ملا سب نے یوں مشہور کیا کہ جب سے امام اس ملک میں تشریف لائے ہیں یہ قحط نمودار ہوا ہے۔ خلیفہ مامون کو ناگوار ہوا اس نے کہا کہ اے ابوالحسن آپ امام ابن امام ہیں فرزند رسول انام ہیں دعا کیجئے کہ پانی برسے اور خلایق پانی

کو نہ ترسے :-

کہا امام نے شب کو یہ میں نے دیکھا خواب
علی کے ساتھ میں آئے رسول عرش جناب
کمال مہر و تلطف سے کرتے ہیں یہ خطاب
دعائے رحمت حق مانگ ہے یہ کار ثواب

جو بحر فیض تو صحرا کی سمت جائیگا
میان شہر برسنے کو ابر آئے گا

لہذا اے خلیفہ میں اپنے نانا کے حکم کی تعمیل ضرور کرونگا جس سے تیرا مطلب بھی پورا ہوگا۔ مگر یہ شرط ہے کہ عام لوگوں کو اس کی اطلاع کر دی جائے اور منادی کر دی جائے کہ دو شنبہ کے روز دعا کے واسطے جانب صحرا جائیں گے۔ اور حاجت خلق کو بر لائیں گے

غرض وہ روز ہوا جب رضا گئے باہر
برائے خطبہ سدھارے جناب ممبر پر
خدا کی حمد بجالائے نعتِ پیغمبر
دعا کی جاری ہو دریائے فیض اے داور

تلاش آب بہت ہے ہر ایک دہقاں کو
نمود ابر ہو گر حکم دے تو باراں .... کو

ادھر امام علیہ السلام نے دعا کی ادھر رحمت خالق کا دریا جوش میں آیا۔ یکایک اک ابر نمودار ہوا قدرت حق کا اظہار ہوا اہل شہر خوش ہوئے نعرہائے درود کا شور ہوا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔

ایہا الناس۔ ابھی کوئی شخص یہاں سے نہ جائے۔ پانی سے

خوف نہ کہا ہے - یہ ابر یہاں نہیں برسے گا۔ سب لوگ یونہی موجود رہیں اور قدرت خدا کا معائنہ کرتے رہیں۔ چنانچہ وہ ابر کا ٹکڑا چلدیا دوسرا آیا اور پھر تیسرا نمودار ہوا اسی طرح دس مرتبہ ابر آیا اور بغیر برسے بہے چلا گیا۔ جب گیارہویں مرتبہ ابر آیا حضور نے سب کو ہشیار فرمایا اور کہا کہ یہ ابر جو بہت زوردار اور گہرا ہے یہ یہاں برسے گا - اور یہیں کے واسطے آیا ہے:۔

سخن امام کا سنتے ہی یہ پکار پڑی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ چلو شتاب یہاں سے کہیں لگے نہ جھڑی

کہا امام نے ٹھہرو ابھی ہے دیر بڑی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہو تو برسے نہ یہ ابر چار پانچ گھڑی

نہ یہ خیال کرو تم، ابھی یہ برسیگا

جب اپنے جاؤ گے گھر میں تب ہی یہ برسیگا

غرض تمام لوگ بہ اطمینان اپنے اپنے گھروں میں جب پہونچے تو پانی برسنا شروع ہوا۔ تمام صحرا آب سے معمور ہو گیا۔ مخلوق خدا گھبرا گئی حضرت نے پھر درگاہ رب العزت میں دعا کی۔ فوراً بارش رُک گئی تمام شہر میں گھر گھر اس معجزہ کا چرچا ہوا۔ احباب خوش ہوئے۔ اغیار مایوس و ملول ہوئے۔ مخالفین کو حسد کمال ہوا۔ حضور کے خلاف بدگوئی کرنے کا خیال ہوا:۔

# اعجازِ خلیل!

(۱۰) جب مینہ برسانے اور روک دینے کی خبر عام ہوئی اپنا و بیگانہ امام کا مداح ہوا۔ مخالفین کو اس پر کمال حسد ہوا۔ ہر ایک دشمن دین آتش رشک سے جلنے لگا۔ امام کی غیبت لب منحوس سے کرنے لگا۔ ایک روز جملہ اعدائے ایمان خلیفہ کی خدمت میں آئے اور یوں گویا ہوئے کہ جب سے شہر میں پانی برسا ہے۔ ہر شخص امام کا شیدا ہو گیا ہے جسے دیکھو مصروف صفت و ثنار ہے۔ تعریف امام میں رطب اللساں ہے۔ اگر عوام الناس نے خیال کی یہی حالت رہی تو نام و نشان خاندانِ عباسیہ صفحۂ دنیا سے مٹ جائیگا۔ ہر طرف سیادت کا پرچم لہرائے گا۔ اے خلیفہ یہ امام بھی اپنے پدر رعالیمقدار کی طرح سحر میں کمال رکھتے ہیں۔ کچھ اہالیان شہر پر ہی منحصر نہیں ہے امام نے تو آپ کو بھی اپنا فریفتہ بنا لیا ہے۔ سخت تعجب ہے کہ آپ جیسا مدبر بادشاہ اور یوں دام میں پھنس جائے اور حکومت سے ہاتھ اٹھانے پر آمادہ ہو جائے

کوئی بھی غیر سے یوں رسم و راہ کرتا ہے
تمام آل کو اپنی تباہ کرتا ہے

گروہ اعدا میں سے ایک شخص مسمی حمید آگے بڑھا اور دست بستہ خدمت بادشاہ میں عرض پرداز ہوا کہ اے بادشاہ خوش انجام اگر مجھے اجازت ہو اور حضور بزم خاص میں مجمع عام کا حکم دیں تو میں ایسا مباحثہ کروں کہ امام انام جواب سے عاجز آجائیں۔ اور مورد الزام قرار پائیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ہاں یہ بات مجھے بدل منظور ہے۔ حتی المقدور اس تجویز سے باز نہ آؤنگا۔ در پردہ امام کو ستاؤنگا اگر اُن کا کوئی قصور ثابت ہو گیا تو خوشی مناؤنگا۔

کلام کرکے یہ طیار بزم کرنے لگا

میانِ صلح بہ تزویر رزم کرنے لگا

الغرض ایک مجمع عام ہوا۔ امام علیہ السلام کو تکلیف دی گئی امام انام فوراً تشریف لے آئے۔ سب پر رعب امامت چھایا۔ اپنا و بیگانہ مراسم سلام بجا لایا۔ دست بوسی کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ خلیفہ نے استقبال کیا۔ مسند پر بٹھایا۔ حمید پلید امام پاک کے قریب آیا اور گستاخانہ الفاظ یوں زبان پر لایا کہ اے امام آپنے یہاں کے باشندوں کو خوب بہکایا۔ پانی تو خدا نے برسایا اور آپ نے ناحق سے اپنی دعا کا اثر بتلایا۔ یہ تو خدا کی مہربانی تھی۔ رحمت کی نشانی تھی۔ آپ اپنی دعا کا اثر بتاتے ہیں۔ عبث لوگوں کو بہکاتے ہیں

آپ کی جسقدر یہاں عزت و توقیر ہے۔ وہ سب شاہی جاہُ جلال کا سبب ہے وگرنہ اس سے پہلے نہ یہ اُوج تھا نہ آپ کے پاس مال ومنال تھا۔ اَب آپ اپنی باتوں سے نعمتوں کا زوال کریں اگر آپ کے ساتھ بادشاہ مراعات نہ کرے تو دیکھیں کہ پھر کون ہے جو آپ کی قدردانی کا دعوا پیش کر سکے۔ امام علیہ السلام نے جوابدیا کہ اے فرد مایہ۔ پانی خود برسا۔ یا خدا نے برسایا بہرحال ہرایک کو نفع پہونچا اور وہ شکر گذار نظر آیا۔ تیرے دل میں جو بغض اہلبیت بھرا ہے وہ تیرے منہ سے نکل رہا ہے۔ تو عبث نار حسد سے جلتا ہے۔ اور تیرا یہ گمان بھی غلط ہے کہ خلیفہ کے ذریعہ سے مجھے شوکت وشان ملی ہے۔ آو بانئی شریہ محض خدا کی رحمت ہے جو اُس کے خاص بندوںکے شامل حال ہے۔ خداوند عالم نے روز ازل سے ہمکو پیشوائے امت بنایا۔ ایک فرعون سے موسٰی کو کیا فیض پہونچ سکتا ہے۔ امیر مصر یوسف پر کب مہربان ہوسکتا ہے: ؎

سوا خدا کے ہمیں اور کچھ خیال نہیں — بغیر آبروئے حشر کچھ سوال نہیں
زیادہ جانسے ناداں کسیکو مال نہیں — فقط وہ دولت دیں ہے جسے زوال نہیں

عبث خیال ہے آئے ہیں مال لینے کو

خدا کی راہ میں حاضر ہیں جان دینے کو

حمید نے یہ سنکر اور زیادہ شور مچایا خلیفہ کے محل کو سر پر اٹھالیا وہ ناہنجار کہنے لگا کہ آپ کا کلام بالکل دروغ پر مبنی ہے۔ دیکھئے بلبل گلشن اسلام خلیل علیہ السلام نے بہت سے طائر بیجان جلائے۔ درگاہ رب العزت سے بڑے مرتبے پائے۔ اگر آپ کو دعوے امامت ہے۔ اگر آپ صاحب اعجاز ہیں۔ اگر آپ ہم شان خلیل ہیں اگر آپ خاص بندۂ رب جلیل ہیں تو مثل اون کے معجزہ دکہائیے میں بغیر دلیل آمنا وصدقنا کہنے پر تیار نہیں۔ دیکھئے۔ بادشاہ وقت کے تکیہ پر جو ریشم کے شیر بنے ہیں اون کو دعا کرکے زندہ کیجیئے۔ تاکہ ہم بھی اعجاز کے قائل ہوں اور آپ کی طرف مائل ہوں:۔

امام کہنے لگے دیکھکر سوئے مسند   کہ شیرو بمنکر حق ہے یہ فاسق و مرتد
سزا دو اسکی جو کچھ فعل بد ہوئے سرزد   دکہاؤ شان خدا زندہ ہوکے بے جدوکد

نہ خوف حق ہے نہ کچھ پاس شان شاہاں ہے
تمہاری زندگی اپنی اجل کا خواہاں ہے

ابھی کلام شاہ انام ختم نہوا تھا کہ بحکم رب انام وہ شیر زندہ ہو گئے۔ دیکھنے والے غش ہو گئے کسی کو تاب قیام باقی نہ رہی

کوئی سر پر پاؤں رکھکر بھاگا۔کوئی مارے خوف کے بیہوش ہوکر گرپڑا۔حمید یہ دیکھکر پریشان ہوا۔حواس جاتے رہے بیجان ہوا شیروں نے اوس کا لقمہ بنایا چبا چبا کر کھایا۔غرضکہ وہ فاجرو فاسق نطفۂ یزید مردود حمید اپنے کردار کی سزا کو پہونچا۔ایک قطرۂ خون تک زمین پر نہ گرا شیروں نے مونچھوں پر تاؤ دیکر مامون عباسی کی طرف اشارہ کیا۔اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر حضور اجازت دیں تو ہم فساد کی بنیاد ہی مٹا دیں۔خلیفہ کا بھی لقمہ بنائیں اس کی ہڈیاں بھی کرر کرر چبائیں۔یہ سنتے ہی خلیفہ کے حواس باختہ ہوگئے بیہوش ہوکر گر پڑا جب غش سے افاقہ ہوا منہ اشکوں سے دہونے لگا۔پکار پکار کر رونے لگا۔زندہ شدہ شیر پھر اجازت کے طالب ہوئے۔اور کہنے لگے کہ اگر حکم ہو تو اس کو بھی اس سے ملحق کر دیں:۔

کہا امام نے میری نہیں اجازت ہے ۔۔۔ کہ اس کے رہنے میں باقی خدا کی حکمت ہے
ابھی پتہ نہیں دلکو اسکی فرقت ہے ۔۔۔ کچھ اور روز ابھی باقی اس سے صحبت ہے

عزیز و بات یہی اس سخن سے حاصل ہی
کریگا قتل یہ ہمکو۔ہمارا قاتل۔ ہے

کہا یہ شیروں نے کچھ اور حکم فرماؤ ۔۔۔ کہا امام نے جیسے تھے ویسے ہنجاؤ

حیات باقی ہے اسکی تم اس سے باز آؤ　　زیادہ دبدبۂ رعب اب نہ دکھلاؤ
یہ سنکے تکیہ سے چسپیدہ دونوں شیر ہوئے
ذرہ سی دیر میں پوشیدہ دونوں شیر ہوئے

# ولیعہدی اور واقعۂ بیعت

مامون عباسی متواتر حضرت امام علیہ السّلام کے معجزات کو ملاحظہ کرتا رہا۔ اور حضرت سے قبول امارت پر مُصِر ہوتا رہا۔ مگر اس کی استدعا کسیطرح قبول نہیں ہوئی۔ اور نہ کوئی کوشش کارگر ہوئی۔ بالآخر مجبور ہوکر حضرت کو خلوت میں طلب فرمایا اور اپنی خواہش کو بایں الفاظ پیش کیا کہ اے سید و سردار۔ آپ کے علم و عمل و زہد و تقوے کا میرے قلب میں ایک گہرا نقش پیدا ہوگیا ہے اور روزانہ مودت و ارادت میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ میں روزانہ اپنے خیال کو خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ مگر افسوس کہ ایک روز بھی شرف قبولیت سے ممتاز نہوا۔ آج کامل تین ماہ کے بعد۔ بصد یاس دوسری استدعا کو پیش کرتا ہوں۔ کہ اگر قبولیت امارت میں حضور کو تامل ہے یا انکار میں کوئی خاص مصلحت ہے تو کم از کم میری ولیعہدی کو قبول فرمائیے۔ اور میرے بعد تخت خلافت

کے مالک بن جائے "۔

حضرت نے کہا اسکی بھی اصلا نہیں حاجت | کیا ہوں میں ولیعہد عجب ہوتی ہے آفت
جو بعد ترے زندہ رہے لے وہ خلافت | جیتے جی تیرے ہوگی یہاں میری شہادت

اسوجہ سکونت پسند آئی ہے یہاں کی
یثرب سے ہمیں خاک ہے لے آئی یہانکی

ارشاد مرے حق میں یہ کرتے تھے پیغمبر | بلوائینگے اور زہر جفا دینگے ستمگر
جیتا نہیں جائیگا خراساں سے مقرر | ہو جائیگا برباد یہ سر اسر

بیدین نہ کچھ خالق اکبر سے ڈرینگے
ہارون کے نزدیک اسے دفن کرینگے

مامون عباسی یہ کلام شاہ انام سنکر بظاہر گریاں ہوا اور رونیوالوں کی صورت بناکر کہنے لگا کہ اے شاہ خراسان - اور اے امیر مومنان یہ آپ زبان فیض ترجمان سے کیا فرما رہے ہیں۔ مجھ سا بادشاہ جب آپ کی خدمت میں متوجہ ہوا اور اعانت پر مستعد ہو تو کس کی مجال کہ نظر بھر کر بھی دیکھ لیوے۔ حضرت امام نے ارشاد فرمایا کہ اے بادشاہ میں بہ علم امامت اپنے قاتل کے نام سے واقف ہوں۔ اور اس کو اچھی طرح پہچانتا ہوں مگر کیا کروں اس کا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہے مصلحت خداوندی کے خلاف ہے۔ یہ جملہ سنکر بادشاہ

عرقِ ندامت میں غرق ہو گیا۔ اور آثار ندامت اس کے چہرہ سے نمودار ہونے لگے۔ اور دل میں کہنے لگا کہ حضرت امام از راہ کشف و کرامات میرے ارادہ سے بخوبی واقف ہیں۔ پھر بھی اس نے تجاہل عارفانہ کیا اور کہنے لگا کہ یا حضرت میرا خیال ہے کہ آپ میری استدعا کو ٹالنے کے لئے یہ بہانہ کر رہے ہیں۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ حضور کے دل میں یہ خیال ہے کہ لوگ طعنہ زن ہونگے اور بحالت موجودہ ہر کس و ناکس یہی کہیگا کہ حضرت نے امامت کے مقابل میں دولت و ثروت کو لات ماردی اور سوائے اللہ کے کسی سے محبت نہیں رکھتے:۔

مقبول خدا ہیں نہیں دنیا سے غرض ہے
عابد ہیں بڑے دولت عقبیٰ سے غرض ہے

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بادشاہ خداوند عادل اس امر کا شاہد ہے کہ جب سے اس دنیا میں پیدا ہوا آج تک جھوٹ نہیں بولا۔ تصنع اور ریاکاری کو برا جانتا ہوں خدا کو سمیع و بصیر مانتا ہوں۔ یہ تیرا خیال محض غلط ہے۔ ہم نے حصول دنیا کے لئے ترک دنیا نہیں کیا بلکہ رضائے خدا کو ہر وقت مدنظر رکھا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تو لوگوں کو دکھانا چاہتا ہے کہ اہل

اللہ ہی دولت و ثروت سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ تقدس صرف ظاہری ہے۔ زہد و تقوے دکھاوے کا ہے۔ ان لوگوں نے دنیا کو ترک نہیں کیا۔ بلکہ دنیا نے ہی اِن کو چھوڑ دیا ہے :۔

سنکر سخن حق ہوا ماموں غضبناک کہنے لگا حضرت کا نہیں صاف دل پاک
باتوں سے تمہاری مرا دل ہوتا ہے صد چاک یوں مجھسے سخن کرتے ہو ایسے ہوے بیباک

زنہار نہ اب خالق اکبر سے ڈروں گا
ہوگے نہ ولیعہد اگر۔ قتل کروں گا

یہ سنکے سخن شاہ خراساں ہوئے مجبور کہنے لگے نِلپا ہیں جو کہہ وہ ہے منظور
جان اپنی بچائینگے جہاں تک کہ ہی مقدور اس شرط سے ہوتا ہے ولیعہد یہ رنجور

تو کر نہ رکھینگے نہ چھڑائینگے کسی کو
جائینگے کہیں اور نہ بلائینگے کسی کو

مانیگا یہاں کون نہ دینگے کبھی احکام اِسپر بھی جفاکاروں سے پائینگے نہ آرام
اللہ کے ہی ہاتھ فقط عزت اسلام یہ چاہتے دشمن ہیں کہ بدنام ہو یہ نام

صابر ہیں نہ جینے سے نہ مرنے سے ڈرینگے
بیٹھے ہوئے مسند پہ فقط دیکھا کریں گے

بہر حال اِس شرط پر ماموں عباسی راضی ہو گیا۔ اور امام علیہ السلام نے شکر خداوند عالم ادا فرمایا۔ اور درگاہ رب العزت

میں یوں عرض کرنے لگے کہ اے خالق کائنات۔ تو ہی قاضی الحاجات
تو عالم الغیوب ہے۔ اور بندوں کے قلوب کی حالت سے واقف و
آگاہ ہے۔ تیری بڑی درگاہ ہے۔ تجھ پر خوب روشن ہے کہ میں
خواہش مال میں ولیعہدی کو قبول نہیں کرتا ہوں، بلکہ ایک ظالم کے
جبر و تعدی سے ولیعہد بنتا ہوں۔ اے خالق ارض و سما، اگر تیری
عنایت شامل حال ہے تو مامون کی دولت و حکومت کیا مال
ہے۔ تو مختار جزو کل ہے۔ امامت و ولایت تیرا ہی عطیہ ہے۔ جو
رب سے سوا ہے۔ اے قادر مطلق تو مجھکو توفیق عطا کر کہ میں دین رسول
عربی سے کسی حالت میں غفلت نہ کر سکوں۔ اور احکام شرع محمدی
پر قائم رہ سکوں۔ الغرض امام انام بصد احتشام اپنے قیام گاہ
پر واپس تشریف لے گئے۔

دوسرے روز مامون عباسی نے دربار عام کا حکم دیا
جملہ اہلکار معہ یار و انصار و فوج و سردار علماء و فضلاء سادات و
اغیار۔ مسافر و اہل دیار حاضر دربار ہوئے:۔

آراستہ دربار جو مامون نے پایا ۔۔۔ پہنے ہوئے پوشاکِ تکلف کو وہ آیا
دو کرسیاں بچھوا کے شہ دیں کو بلایا ۔۔۔ پہلو میں قریب اپنے محبت سے بٹھایا
افسوس ہوئی پھول میں اور خار میں صحبت

تا دیر رہی نور میں اور نار میں صحبت

الغرض جب خلقت کا اژدہام ہوا ہجوم عام ہوا۔ مامون نے حضرت امام علیہ السلام کی ولیعہدی کا اعلان کیا اور جملہ حضار دربار کو بیعت کرنے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے عباس نے جو قاتل امام کا بیٹا تھا بیعت کی اس کے بعد جملہ حاضرین نے شرف بیعت حاصل کیا۔ اس خاص موقعہ پر مامون عباسی نے جملہ حاضرین سے عزت واحترام کا برتاؤ کیا۔ کسی کو خلعت کسی کو انعام دیا۔ مشہور اپنا نام کیا۔ ملازمان فوج کو اس خوشی میں یکسالہ تنخواہ مرحمت کی شعراء نے قصیدے نذر امام کئے۔ اور خلعت سے ممتاز ہوئے۔ اس کے بعد مامون عباسی نے حاضرین کے اشتیاق کو ظاہر کرتے ہوئے امام علیہ السلام سے استدعا کی کہ آپ اپنی زبان معجز بیان سے اس مجمع عام میں ایک خطبہ ارشاد فرمائیں جس کو حضرت نے منظور فرمایا اور ممبر پر جا کر اس طرح رطب اللسان ہوئے:۔

# خطبۂ امام علیہ السلام

شکر ہے اس رب العزت کا جس نے ہمارے اُن حقوق کی حفاظت کی جس کو لوگوں نے چھین لیا تھا۔ اور ہمارے اس اقتدار

کو بلند کیا۔ جس کو عوام نے پست کر دیا تھا۔ اور یہاں تک نوبت پہونچ گئی تھی کہ اہل کفر و عصیاں نے اسّی سال تک ممبروں پر بیٹھ کر ہم پر لعنت کی۔ اور ہمارے فضائل و مناقب پر پردہ ڈالا۔ ہم پر جھوٹے الزام لگائے۔ اور اس کے معاوضہ میں دولت حاصل کی۔ مگر مشیت ایزدی نے یہی چاہا کہ ہمارا ذکر بلند ہوا اور ہمارے فضائل ظاہر ہوں۔ خدائے سبحانہٗ وتعالےٰ کی قسم کہ یہ سب کچھ ہماری وجہ سے نہیں ہوا۔ بلکہ قرابت رسول اس کا باعث ہے۔ ایہاالناس آگاہ ہو کہ میں علی ابن موسیٰ الرضا ہوں۔ اور میں تمہیں مطلع کرتا ہوں کہ مامون نے (خدا اس کی توفیق کو زیادہ کرے) ایسے وقت میں ہمارا حق پہچانا جب کہ تمام دنیا اس سے غافل ہو گئی تھی اور اس نے صلۂ رحم کو پھر زندہ کیا۔ جو مدت سے قطع ہو چکے تھے بہت سے مضطر دلوں کو تسکین بخشی اور اس کا بدلہ سوائے خدا کے دوسرے سے نہیں طلب کرتا۔ خدا اس کا اجر دیگا۔ کیونکہ وہ نیکوکاروں کے عمل کو ضایع نہیں کرتا۔ تم دیکھ رہے ہو کہ اس نے اپنی خلافت و امارت میں مجھکو اپنا ولیعہد مقرر کیا ہے۔ اگر میں مامون کے بعد تک زندہ رہا تو جو شخص اس اقرار بیعت کے بعد اپنے اقرار کو توڑیگا یا اس سے اختلاف و انحراف کریگا اور اس عروۃ الوثقیٰ کو

جسے حق سبحانہ تعالےٰ نے مستحکم کیا ہے۔ شکست دیگا اور نظام متفق اور تدبیر مجتمعہ کے پریشان کرنے اور رسم و رواج جاہلیت کے تازہ کرنے اور بدعات و نفاق کے قایم کرنے کی کوشش کریگا۔ وہ ضرور سخت مواخذہ میں گرفتار ہوگا۔ اور معلوم نہیں کہ کل روز حشر اس کے ساتھ کیا سلوک ہو۔ سوائے خدا کے کسی کا حکم نہ چلے گا۔ وہی فیصلہ کریگا اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے:۔

حضرت امام علیہ السّلام نے یہ تقریر کچھ ایسی خوش الحانی اور معجز بیانی سے ارشاد فرمائی کہ عوام النّاس وجدانی حالت میں مستغرق ہوگئے۔ اور بعض خوف خدا سے دہاڑیں مار مار کر رونے لگے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو کلام امام سے متاثر نہوا ہو۔

## جانبین کے اقرار نامے

الغرض امام ہمام علیہ السلام نے پے در پے دو فصیح و بلیغ۔ خطبے زبان معجز بیان سے ارشاد فرمائے جس کو سنکر کل حاضرین دربار حکام و اہلکار افسر و خدمت گار محو حیرت ہوگئے۔ مامون رشید نے فوراً ایک اقرار نامہ جو تفویض ولیعہدی کے متعلق تھا پیش کیا اور حکم دیا کہ جملہ افسران سلطنت و اکابرین دولت اپنی اپنی شہادت

قلمبند کر دیں اور اس اقرار نامہ پر مہریں ثبت کر دیں چنانچہ اس حکم کو فوری عملی جامہ پہنایا گیا۔ اور تمام سلطنت کے اہلکاروں کے نام پروانہ جاری کر دیا کہ وہ لوگ اپنے حلقہ میں جملہ رعایا کو جو حلقہ بگوش اسلام ہو اطلاع کر دیں کہ ہر شخص دار السلطنت میں حاضر ہو کر امام علیہ السلام کے دست حق پرست پر بیعت کرے۔ یہ عہد نامہ ۷ رمضان المبارک سنہ ۲۰۱ھ ہجری میں لکھا گیا۔

یہی واقعہ ہے کہ جس کو دیکھکر اکثر حضرات مورخین نے یہ لکھدیا کہ مامون کا مذہب شیعہ تھا۔ اور اُس نے ہر طرح کی مراعات امام علیہ السلام کے ساتھ روا رکھی۔ مگر یہ حقیقت نہیں بلکہ یہ اس کی پالیسی تھی۔ ورنہ اصل مضمون اقرار نامہ پڑھ لینے سے بہت آسانی کے ساتھ معلوم ہو جاتا ہے کہ مامون شیعہ نہ تھا۔ اُن مورخین کو غالباً یہ اندازہ ہی نہیں کہ شیعہ حضرات آئمہ علیہ السلام کے ساتھ کس قسم کا حسن عقیدت رکھتے ہیں۔ اس کا موازنہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب مورخ خود شیعہ ہو۔

بہر حال اس عہد نامہ کے جواب میں جناب امام رضا علیہ السلام نے بھی ایک عہد نامہ لکھوا دیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعریف اُس خدا کی جو اپنے فعل کا مختار ہے۔ نہ کوئی اس کا حکم ٹال سکتا ہے نہ اس کے فیصلہ کو بگاڑ سکتا ہے۔ وہ اشارۂ پلک چشم اور اسرار قلب کا جاننے والا ہے۔ اور رحمت ہو حضرت محمد صلعم اور اُن کی آل پر۔ میں علی ابن موسیٰ کہتا ہوں کہ بادشاہ نے (خدا اُس کو توفیق نیک دے) اس حق کو پہچانا جس سے دوسرے لوگ ناواقف تھے۔ اور اس قرابت کو زندہ کیا جو عرصہ سے مُردہ ہو چکی تھی خائف دلوں کو امن بخشا اور فقراء کو غنی کیا۔ وہ رضائے خدا کا طالب ہے اور معاوضہ کا کسی سے خواہاں نہیں۔ خدا اس کو اجر ضرور دیگا کیونکہ وہ کسی کے اجر کو ضایع نہیں کرتا اگر میں زندہ رہا تو بنی عباسیوں کے درمیان خصوصاً اور مسلمانوں میں عموماً احکام خدا کے بموجب عمل کرونگا جس کا میں نے خدا سے اقرار کیا ہے۔ کوئی خون ناجائز نہ کروں گا۔ نہ کسی کی زر زمین و زن کو دوسرے کے لئے مباح کرونگا اور اطاعت خدا و رسول کی حتی الامکان کوشش کرونگا۔ ان امور کا میں نے اپنے نفس سے عہد واثق کیا ہے کیونکہ مجھے یقین کامل ہے کہ خداوند عالم ان امور میں مجھسے استفسار کریگا۔ اگر میں دین خدا میں کوئی تغیر و تبدل اختیار کرونگا۔ تو یقیناً مستحق عذاب

ہونگا۔ لہذا میں درگاہ باری میں ایسے کاموں سے پناہ مانگتا ہوں اور بکمال ادب اپنے اور جملہ مسلمانوں کے لئے توفیق اطاعت کا طالب ہوں۔ اور اس کی استعانت کا مستدعی ہوں۔ مگر علم جفر اور جامعہ اس کے خلاف دلالت کرتے ہیں مجھے خود نہیں معلوم کہ میرے اور تمہارے درمیان کیا عمل ہوگا اور کیا واقعہ پیش آئے گا۔ خدا ہی خوب جانتا ہے اور وہی حق کی ہدایت کرتا ہے اور وہی بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے۔ میں نے جو کچھ اس وقت تک کیا ہے وہ صرف بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی ہے خداوند عالم میری اور اس کی حفاظت کرے کتبہ: ابن موسیٰ تحریرہ رمضان ۲۰۱ ہجری

# رضویہ ٹکسال اور خطبہ امامیہ

اس عہدنامہ کی تکمیل کے بعد خلیفہ ماموں رشید کے حکم سے امام رضا علیہ السّلام کے نام کے سکّے جلدی ہوئے۔ اور رضویہ ٹکسال کی تمام سلطنت میں شہرت ہوئی۔ اور حکام و عمّال کے ذریعہ سے حضور کی ولایت کا تمام قلمرو میں اعلان کردیا گیا اور خطبہ امام ہمام کے نام کا بڑھا جانے لگا۔ چنانچہ عبدالحمید عامل مدینہ نے جب اس حکم کو سنا تو مسجد رسول میں اس طرح دعا مانگی

ولیعہد المسلمین علی ابن موسیٰ ابن جعفر ابن محمد ابن علی
ابن الحسین ابن علی ابن ابی طالب +

یہ چھ حضرات افضل خلایق اور آسمان و زمین کے آباد
لوگوں سے بہتر ہیں۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ علموں کے پٹکے بجائے
سیاہ کے جو نشان خاندان عباسیہ ہے۔ سبز کر دیئے جائیں تا کہ
سید کی سیادت کا ہر طرح اعلان ہو جائے :۔

القصہ سیر کرنے لگے عاشق باری	محکوم شہ پاک کی خلقت ہوئی ساری
نام شہ مسموم کا سکہ ہوا جاری	دختر جو بہت حاکم بیدیں کو تھی پیاری

عقد اُس سے گوارا کیا جس دم شہ دیں نے
بھجوا دیا تب اُم حبیبہ کو لعیں ۔۔ نے

جب اطراف و اکناف مملکت میں امام کی ولیعہدی کا اعلان
ہو چکا۔ اور سیادت کا پرچم لہرانے لگا تو ماموں رشید نے
اپنی پیاری لڑکی اُم حبیبہ کا عقد حضرت سے کر دیا۔ اور رشتہ
ولیعہدی کو محبت کی گرہ سے مستحکم بنا دیا۔ سکہ پر حسب ذیل۔
عبارت تحریر تھی :۔

الملک للہ والدین۔ المامون امیر المومنین۔ وخلیفۃ الرضا
امام المسلمین +

# نماز عید

جب ایک ماہ کا عرصہ گذر لیا۔ اور ماہ رمضان المبارک ختم ہوا ہلال عید نے اپنا جلوہ دکھایا تو ماموں رشید نے اپنے خاص خدمت گار کو خدمت امام میں بھیجکر نماز عید کی امامت کی استدعا کی حضرت نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں پہلے ہی ظاہر کر چکا ہوں کہ ان امور میں جن کا تعلق سطوت و شوکت سلطنت سے ہو دخل نہ دونگا۔ چونکہ نماز عید کی امامت کا تعلق خاصکر حکومت سے ہے اور معیار شاہی سمجھا جاتا ہے اس لئے اس سلطانی خدمت میں مداخلت کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ یہ جواب سنکر خلیفہ نے دوبارہ کہلا بھیجا کہ میرا منشاء صرف یہ ہے کہ آپ کے فضل و شرف کا خلائق پر اچھی طرح اعلان ہو جائے۔ اور مخالفین و معترضین کو اعتراض کا موقعہ نہ ملے۔ اور یہ استدعا میری نہایت مؤدبانہ ہے۔ اسے ضرور قبول فرمائیے۔ اب کی مرتبہ خادم نے کچھ ایسے لجاجت سے یہ الفاظ خلیفہ کی جانب سے عرض کئے کہ حضرت امام ہمام کو سوائے منظور کر لینے کے کچھ چارہ باقی نہ رہا۔ اور جواب میں کہلا بھیجا کہ اچھا اس تجویز کو منظور تو کئے لیتا ہوں مگر نماز کو اسی

طرح جاؤں گا جس طرح میرے جدّ امجد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام جایا کرتے تھے۔ خلیفہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ کو اختیار ہے جس طرح آپ چاہیں جائیں۔ اس کے بعد خلیفہ نے تمام افسران فوج اور حکّام سلطنت وعمّال دولت کو حکم دیا کہ علی الصّباح لباس فاخرہ سے مزیّن ہو کر تمام لوگ امام علیہ السّلام کے دولت کدہ پر حاضر ہوں۔ تمام شہر میں آناً فاناً اس کی شہرت ہوگئی۔ کہ کل نماز عید حضرت امام رضا پڑھائینگے۔ اس خبر کے مشتہر ہوتے ہی تمام عورت و مرد جوان و پیر کبیر و صغیر اس نظارہ کے دیکھنے کے شوق میں گھروں سے نکل پڑے۔ اور تمام راستہ۔ دوکانیں اور مکانوں کی چھتیں آدمیوں سے پُر ہوگئیں۔ عہدہ داران سلطنت امام علیہ السّلام کے درِ دولت پر حاضر ہوگئے۔

امام علیہ السّلام نے غسل فرمایا لباس پاکیزہ و مُعطّر زیب تن کیا۔ عمامہ سفید سر پر باندھکر اُس کا ایک سرا آگے سینہ پر دوسرا پشت پر لٹکایا۔ اور دامان قبا کمر تک اور پاجامہ نصف ساق تک چڑھایا۔ اور عصا ہاتھ میں لے کر روانہ ہوئے۔ خدّاموں نے جب امام کی یہ حالت دیکھی تو سب نے یہی طریقہ

اختیار کیا۔ اور ہمراہ ہوئے۔ صحن خانہ میں پہنچکر سر مبارک آسمان کی طرف بلند فرمایا۔ اور تکبیر کہی۔ اُس وقت یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ در و دیوار آپ کو جواب دے رہے ہیں اس کے بعد دروازے پر تشریف لائے جہاں ارکین سلطنت زرق برق لباس سے آراستہ کھڑے تھے حضرت نے تھوڑی دیر تامل فرمایا۔ اور ان تکبیرات کو زبان پر جاری کیا۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر علےٰ ما ھدینا۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر علےٰ ما رزقنا من بھیمۃ الانعام السّلام علےٰ ابوی آدم و نوح۔ السلام علیٰ ابوی ابراھیم وَ اسمٰعیل السّلام علیٰ ابوی محمدن المصطفےٰ وعلیٰ المرتضےٰ السّلام عبادہٖ الصّٰلحین وصلی اللہ علیٰ محمد و آلہ الطاہرین

حضور کے ہمراہ تمام لوگوں نے بھی ہمنوائی کی۔ پس تمام ارکان شہر میں زلزلہ پڑ گیا۔ اور صدائے گریہ و بکا سے تمام شہر مملو ہو گیا اسی طرح حضرت نے تین مرتبہ تکرار کی۔ افسران سپاہ اور ملازمان شاہی نے جب یہ نظارہ دیکھا تو اپنے تئیں گھوڑوں سے گرا دیا۔ اور جوتے اور موزے پاؤں سے نکال دئے بعضوں نے جلدی میں نعلین کے بند خنجر اور تلوار سے کاٹ ڈالے اور پاپیادہ حضرت کے ساتھ ہو لئے۔ حضرت خراماں خراماں چل رہے تھے

اور مخلوق دعائیں مار مار کر رو رہی تھی۔ ہر دس قدم پر تکبیرات کا اعادہ کیا جاتا تھا۔ ایک عجیب روحانی نظارہ تھا جس کو آنکھوں نے نہ دیکھا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ زمین و آسمان در و دیوار آپ کے ساتھ تکبیر کہنے میں شامل ہیں۔ فضل ابن سہیل وزیر کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ دوڑا ہوا مامون کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ غضب ہو گیا اے خلیفہ اگر حضرت امام ہمام اس شان سے عیدگاہ تک چلے گئے تو ہر کس و ناکس اُن کا گرویدہ و شیفتہ ہو جائیگا۔ اور ایک متنفس بھی تمہارا بہی خواہ نہ رہیگا۔ اور پھر یقین ہے کہ ملک میں ایسا فساد ہو گا جس کا انسداد ناممکن ہو۔ مناسب یہی ہے کہ حضرت کو واپس بلا لیا جائے۔ مامون رشید نے فوراً ایک خادم کو بھیجا۔ کہ حضرت سے جا کر کہدو کہ میں نے ناحق آپ سے اصرار کیا آپکو بڑی زحمت ہوئی آپ واپس آجائیں۔

امام علیہ السّلام نے یہ سنکر لاحول پڑھی۔ اور فوراً جوتہ پہنکر حضرت دولت کدہ کو واپس ہو گئے۔ آپ کا واپس ہونا تھا کہ تمام جماعت متفرق ہو گئی۔ اور کوئی شخص نماز عید میں نہیں گیا۔ اور اس سال نماز عید ہی نہوئی۔

ولیعہدی کے ایک ماہ بعد ہی یہ واقعہ پیش آیا جس نے

مامون رشید کے دلی خیالات کو طشت از بام کر دیا۔ اور فضل ابن سہل کے ایک ہی فقرہ سے مامون کا خلوص غتربود ہو گیا۔ جو لوگ مامون کے شیعہ ہونے کے قائل ہیں اُن کے توسن خیال کے لئے یہ واقعہ یقیناً تازیانہ سمجھا جا سکتا ہے۔

جب دیکھا یہ حاکم نے نہ اُمید برآئی ۔ گو چاہی برائی تھی ہوئی انکی بھلائی
مفتونِ شبہ پاک ہوئی ساری خدائی ۔ در پردہ لڑائی کی۔ مگر فتح نہ پائی

دل میں کہا گو اپنا ہر اک جا پہ عمل ہے
موجودگی سے اُن کی حکومت میں خلل ہے

## مامون رشید کی بدعہدی

اِس واقعہ نے جو ایک ماہ بعد ہی ظہور پذیر ہوا تھا۔ صاف طور پر بتلا دیا کہ مامون رشید اپنے عہد پر قایم نہ رہا۔ اور فضل ابن سہل کی ایک ہی ٹٹکاری میں سادات کی مخالفت کا ثبوت دے بیٹھا۔ دوسرے حضرت کے ولیعہد ہو جانے سے اِدہر تو سادات کا جوش ٹھنڈا ہوا تھا۔ اُدہر عباسیوں کی مخالفت بڑھ گئی چنانچہ بغداد کا علاقہ خودسر ہو گیا۔ اور مامون رشید کی امارت سے انحراف کر بیٹھا۔ اور ابراہیم عباسی کو جس کا لقب ابن شکلا تھا تخت بغداد کے لئے

تجویز کر دیا۔ اور یہ پانچویں محرم کو اُس کی امارت تسلیم کرلی۔ اور عراق میں ابتری پھیل گئی۔ حضرت امام علیہ السلام نے مامون سے کہا تم یہاں گوشۂ تنہائی میں پڑے ہوا ور اُمّت محمّدیہ تکلیف میں مبتلا ہے۔ اور عراق میں جنگ ہو رہی ہے۔ مدینۂ نبوی میں انصار و مہاجرین مصیبت میں مبتلا ہیں۔ چونکہ اِس جنگ میں فضل ابن سہیل کے بھائی کا ہاتھ تھا۔ اس لئے امام علیہ السّلام کا ماموں رشید کو خبردار کرنا ناگوار ہوا۔ اور وہ علانیہ حضرت کی مخالفت پر آمادہ ہوا۔ اور در پردہ خلیفہ سے عداوت رکھنے لگا۔ جس کا نتیجہ بہت جلد اُس کو مِل گیا۔ اور بہت جلد ماموں رشید کے غلاموں کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔

## امام علیہ السلام کی حق گوئی سبب شہادت ہوئی

ماموں رشید کی ظاہر داری گو اچھی نہ تھی مگر اُس کی پالیسی اُس کے عیوب پر پردہ ڈالے رکھتی تھی۔ وہ مخالفانہ کارروائیوں میں نہایت احتیاط سے کام لیتا تھا اور ظاہر داری کی موافقت کو بھی قایم رکھتا تھا۔ سب سے بڑی بات جو اُس کی مخالفت کو تازہ کرتی رہتی تھی امام کی حق گوئی تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ امام علیہ السّلام

سلطنت یا ولیعہدی کے لالچ سے میری ہاں میں ہاں ملاتے رہینگے۔ اور اقتدار سلطانی کا لحاظ رکھینگے۔ مگر یہ اُس کی اُمید کے خلاف ہوا۔ حضرت نے کسی وقت بھی حق گوئی میں ماموں کا لحاظ نہ کیا۔ اور جو بات حق ہوتی تھی بلاخوف فرما دیتے تھے۔ گو ماموں رشید اپنی دیرینہ پالیسی کی بنا پر منہ سے کچھ نہ کہتا تھا مگر دل میں ضرور تخم نفاق و عداوت بو لیتا تھا۔ ایسی ہی چھوٹی چھوٹی باتیں اُس کے دل میں جمع ہوتی رہیں۔ اور بالآخر امام علیہ السلام کی شہادت کا باعث ہوئیں۔

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ امام علیہ السلام تنہائی میں بیٹھکر ماموں کو اُن اُمور کی ہدایت فرماتے تھے جو خلاف شریعت محمدیہ اُس سے سرزد ہوتے تھے۔ گو بظاہر وہ قبول کر لیتا تھا۔ مگر حقیقت میں وہ حضرت کی ہدایت کو اپنی شان کے خلاف سمجھتا تھا۔ اور شاہی توہین جانتا تھا۔ چنانچہ ایکمرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ماموں رشید کے پاس تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ماموں رشید وضو کر رہا ہے۔ اور اُس کا ایک خادم کھڑا ہوا پانی ڈال رہا ہے۔ آپ نے یہ واقعہ دیکھکر ارشاد فرمایا۔

لا تشرک بعبادۃ ربک احداً

یعنی تم اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو۔ مامون کو آپ کی یہ تعریض جو ایک خادم کے سامنے ہوئی ناگوار گذری مگر غصہ کو پی گیا اور خادم سے لوٹا لیکر وضو کو تمام کیا۔ مگر حضرت کی برائی کو دل میں جگہ دے بیٹھا۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک سیّد بجرم سرقہ گرفتار ہوکر دربار میں آیا۔ مامون نے دیکھا کہ کثرت سجود سے اُس کے ماتھے پر گھٹہ پڑا ہوا ہے۔ بدن میں بالوں کا کرتہ ہے۔ سر پر عمامہ بندھا ہوا ہے۔ ہر طرح صلحا و ثقہ کے آثار اس کے بشرہ سے نمایاں ہیں۔ فوراً مامون رشید نے کہا کہ صورت ایسی اور سیرت ایسی لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اُس مجرم سیّد نے جواب دیا کہ میں نے یہ کام بہ سبب اضطرار کیا ہے نہ بوجہ اختیار۔ کیونکہ تم نے ہمارا حق مار رکھا ہے۔ مامون رشید نے کہا کہ وہ کونسا حق ہے۔ سیّد نے جواب دیا کہ وہ خمس ہے جس میں سے میں مسافرانہ حیثیت سے ۱/۶ کا مستحق ہوں اس کے بعد اُس نے اُن آیات قرآنی کی تلاوت کی جن میں اس کی بابت تاکیدی حکم ہے۔ اور کہنے لگا کہ اے خلیفہ مجھے جب میرا حق نہ ملا تو مجھ سے یہ عمل بے اختیار سرزد ہوا۔ مامون رشید نے کہا کہ تیرے اِن فقروں سے جاں بری نہیں ہو سکتی بلکہ تجھکو

وہی سزا ملیگی جو شریعت نے چور کے واسطے مقرر کی ہے۔ مجرم نے کہا اگر حدودِ شرعی کا اجرا ضروری ہے تو تم پہلے اپنے اُوپر حد جاری کرو۔ خلیفہ نے پوچھا میں نے کس کی چوری کی ہے کہ قابل تعزیر سمجھا جاوں۔ یہ سنکر مجرم ذرا خاموش ہوا۔ خلیفہ ماموں رشید نے حضرت امام علیہ السلام کی طرف دیکھا اور کہا کہ یا حضرت اس کا کیا مطلب ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ کہتا ہے کہ تم نے میرا حق چرایا ہے۔ اور میں نے دوسروں کا۔ اِلزام دونوں پر برابر ہے۔ یہ سُنکر خلیفہ کو غصہ آگیا۔ اور کہنے لگا کہ میں اب ضرور تجھے سزا دونگا۔ اور تیرا ہاتھ قلم کرونگا۔ مجرم نے کہا کہ تم میرا ہاتھ کیسے کاٹ سکتے ہو حالانکہ تم تو میرے غلام ہو۔ ماموں رشید اور تیز ہوا۔ اور جھنجھلا کر بولا کہ سبحان اللہ میں اور تیرا غلام یہ کیسے؟ مجرم نے کہا تنہا میرے ہی غلام نہیں۔ بلکہ جملہ مسلمانوں کے؛ حالانکہ میں نے آج تک آزاد بھی نہیں کیا۔ اور نہ دوسرے کسی مسلمان نے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ تیرے باپ نے تیری ماں کو رقم بیت المال سے خریدا تھا جو کُل مسلمانوں کا مال ہے۔ اُنہیں مسلمانوں میں سے میں بھی ایک ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ میں نے تجھے آزاد نہیں کیا۔ پس اصولاً ایک نجس شے دوسری نجس شے کو پاک نہیں کرسکتی۔ لہذا

ایسی حالت میں کہ جب تو خود حُدودِ الٰہیہ کا مستحق ہے تو مجھکو یا کسی دوسرے کو حُدودِ الٰہیہ کے اندر کیونکر رے سکتا ہے۔ دیکھو خداوند عالم کا ارشاد ہے۔ اتامرون الناس بالبر وتنهون انفسکم یعنی لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہیں۔ اور خود اپنے نفس کو بھلا بیٹھے ہیں۔ یہ سنکر ماموں رشید چُپ ہوا۔ اور حضرت امام علیہ السلام سے دریافت کرنے لگا کہ اِس مجرم کی نسبت آپ کا کیا ارشاد ہے حضرت نے بڑی متانت سے جواب دیا کہ دنیا اور عقبیٰ دونوں طرح سے اِس نے اپنے دلائل قایم کردئے ہیں۔ یہ سنکر ماموں رشید سناٹے میں آگیا اور مجرم کو رہا کردیا۔ مگر امام علیہ السلام کا دشمن ہوگیا۔ اور اس کے دل میں ایسی مخالفت سمائی کہ پھر نہ نکلی۔ اور یہی مخالفت حضرت کی شہادت کا باعث ہوئی۔ اُسی روز سے ماموں رشید حضرت کے قتل کی تدبیریں سوچنے لگا۔

تشویش میں کی اپنے شیفر نے یہ تقریر — میں آنپہ ظفر پاؤں کچھ ایسی کرو تدبیر

ہرچند گھٹائی نہ گھٹی عزت و توقیر — دوں زہرِ جفا اِن کو کروں یا تہ شمشیر

بیحد ستم و ظلم جو دنیا میں سہیں وہ

جو میری خلافت میں خلل ہیں نہ رہیں وہ

# تدبیر شہادت

فضل ابن سہل کو اپنے غلاموں کے ہاتھ سے بمقام سرخس قتل کرا دینے کے بعد مامون رشید نے حضرت امام علیہ السلام کے قتل کی تدبیریں سوچنی شروع کر دیں۔ مگر اپنی ظاہر داری میں سرِ مو فرق نہ آنے دیا۔ پہلے تو اُس نے چاہا کہ حضرت کو بھی مقام سرخس میں ہی ختم کر دیا جائے۔ مگر اس خیال سے کہ ایک مقام پر دو عظیم الشان واقعات کے ہو جانے سے سلطنت میں ابتری نہ پھیل جائے خاموش رہا۔ اور اس موقعہ کو ٹالکر خراسان پہونچا اور بلاد مغربیہ کے حکام کے نام اپنی آمد کے اطلاعنامے جاری کر دئے۔ اور خود اُس فکر میں مستغرق ہو گیا جس کے واسطے یہاں آیا تھا۔ اور بالآخر اُس نے قصد کر لیا کہ اسی ترکیب سے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنی چاہئے جس سے ائمہ سابق کے مقابلہ میں کامیابی ہوئی ہے۔

# حضرت امام ہمام کی پیشینگوئی

صواعق محرقہ میں ابن حجر عسقلانی نے اور فصل الخطاب میں خواجہ محمد پارسا نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ہارون رشید مدینہ منورہ

میں آیا تو امام رضا علیہ السلام نے اُسے دیکھکر فرمایا کہ ہم اور یہ ایک ہی مقام پر دفن ہوں گے چنانچہ جب موقع آیا تو آپ ہاروں رشید کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اسی طرح حسن بن عباد ناقل ہے کہ جب مامون رشید نے مرو سے بغداد جانے کا قصد کیا تو میں نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس سفر کی بابت استفسار کیا۔ تو حضرت نے جواب دیا کہ مامون تو بغداد تک ضرور پہونچ جائے گا مگر افسوس کہ ہم نہ پہونچینگے اور نہ اُس سرزمین کو اب دیکھ سکینگے :۔

# دیلمی کا بیان

ہرثمہ ناقل ہیں کہ میں ایک روز ملاقات امام رضا علیہ السلام کو جا رہا تھا۔ راستہ میں دیلمی سے ملاقات ہوئی۔ مجھ سے پوچھا اے ہرثمہ کہاں جاتا ہے۔ میں نے کہا حضرت کے سلام کو جا رہا ہوں پھر کہا کہ تجھسے بھی واقف ہے۔ میں نے جواب دیا بخوبی پہچانتا ہوں کہ تم حاکم کے دوستوں میں سے ہو۔ دیلمی نے کہا بیشک حاکم کے انیسوں میں میرا ضرور شمار ہے۔ مگر میں امام رضا علیہ السلام کو شہنشاہ جانتا ہوں۔ اور اپنا پیشوا مانتا ہوں :۔

ظاہر میں تو حاکم کا ہوا خواہ بڑا ہوں
پر دل سے شہنشاہ خراسان پہ فدا ہوں

اے ہرثمہ کل عجب سانحہ گذرا۔ ماموں رشید نے مجھے بلایا۔ اور بیحد محبت سے پیش آیا۔ اُس کے بعد تیس غلام حاضر ہوئے سب کو مخاطب کرکے اُس نے کہا کہ دیکھو تم سب میرے ناصر اور ہمدم ہو۔ تمکو لازم ہے کہ جو کچھ میں کہوں اُس پر عمل کرنا اور کسی طرح میرے فرمان سے نہ پھرنا۔ جب سب نے اقرار کرلیا اور اُس نے عہد لے لیا تو اُس نے سب کو ایک ایک زہر آلود تلوار دی اور حکم دیا کہ جاؤ امام رضا علیہ السلام کو اِن تلواروں سے قتل کرو:۔

ٹکڑے کرو دل اور جگر کاٹ کے لاؤ
بیدار ہوں یا سوتے ہوں سر کاٹ کے لاؤ

یہ کہکر درہم و دینار معہ خلعت زرتار بطور انعام دئے اور سب کو رخصت کیا۔ اے ہرثمہ میں بھی اُن نابکاروں کے ہمراہ تھا جیسے ہی حضرت کے کمرہ میں داخل ہوئے دیکھا کہ وہ آفتاب امامت زیب دہ بستر استراحت ہے۔ عمامۂ اقدس سرہانے رکھا ہوا تھا اے ہرثمہ ہر لعین مائل جفا تھا۔ میں ایک گوشہ میں کھڑا تھا ایک

جسم نازنین امام رضا کے لیئے تیس تلواروں کا مرحلہ تھا۔ غرضکہ۔
بیدینوں نے اُس امام عالیمقام پر تلواریں چلائیں اور جسم اقدس
کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے بستر میں لپیٹ دیا۔ اور ماموں رشید کو
جاکر قتل امام کی خوشخبری سنائی۔ مگر واہ رے اعجاز امامت کہ
حضرت کے جسم پر مطلق ضرب نہ آئی۔ اُن لوگوں نے قتل کی خبر
خلیفہ کو سُنائی۔ اور یہاں حضرت بالکل تندرست اور صحیح سالم
رہے۔ صبح کو خلیفہ مصنوعی صورت رونے والوں کی بناکر گھر سے
نکلا۔ اور گریبان چاک کیا جب لوگوں نے سبب گریہ دریافت
کیا تو کہدیا کہ آج شب کو میرا ولیعہد بے جان ہو گیا۔ یہ سُنتے
ہی دربار میں ماتم کا سامان ہو گیا۔ اور خود ماموں رشید پاپیادہ
دفن کا سامان کرنے کو چلا۔ جب نزدیک حُجرہ پہونچا تو اُس نے
حضرت کی آواز سُنی حیران رہ گیا۔ اور مجھ سے کہا کہ اے دیلمی دیکھ
حُجرہ میں کون بول رہا ہے۔ یہ سنکر میں حُجرہ میں گیا۔ دیکھا کہ شاہ
خُراسان خدا کے حفظ و امان میں ہیں۔ اور مصروف عبادت ہیں
میں نے واپس آکر خلیفہ سے بیان کیا کہ حضرت صحیح و
سالم ہیں۔ اور مصروف عبادت خداوندِ عالم ہیں۔

اُس نے کہا پھر دیکھ عجب سحرِ علی ہے

حضرت ہی ہیں بیٹھے ہوئے یا اور کوئی ہے

یہ سنکر دیلمی کہتا ہے کہ میں دوبارہ گیا۔ جب قریب حُجرہ پہونچا
تو حضرت نے خود مجھکو آواز دیکر اندر بلا لیا۔ میں نے عرض کی مولا
میں بے بس و لاچار ہوں۔ اور ہر طرح گنہ گار ہوں۔ اور رونے لگا
حضرت نے یہ فرمایا کہ کیوں کرتا ہے وقت اُٹھ خاک سے تو خالقِ اکبر کرے رحمت
یہ کہکے کیا آیۂ قرآں کو تلاوت سو ترجمہ اُس کا یہ ہے اے اہل بصارت

ہر اک کا ارادہ یہ ہے پیماں شکنوں سے
خاموش کریں نورِ خدا کو دہنوں سے

یہ سنکر میں باہر آیا۔ اور خلیفہ کے سامنے یہ سخن زبان پہ
لایا کہ:۔

کچھ موت سے دہشت نہیں راضی برضا ہیں
عیسائے زمانہ وہ ہیں اعجاز نما ہیں

خلیفہ بھی یہ واقعہ سنکر حیران ہوا۔ اور کہنے لگا کہ جو لوگ اس
خبر کو سنکر پرسہ کو آئیں اُن سے کہدو کہ خبر مرگ غلط تھی حضرت
کو صرف غش آ گیا تھا۔ اَب حالت رُو بہ اصلاح ہے۔ چنانچہ جملہ
لوگوں سے کہدیا گیا۔ اور سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے
سن کر یہ خبر ہر ثمہ حضرت کے گیا پاس حضرت نے کہا مرنے سے کہتے نہیں وسواس

گو اہل جفا کرتے ہمارا نہیں کچھ پاس پر رحمتِ معبود سے بندہ کو نہیں یاس
سب کے حسد و کید سے کیا ہمکو خلل ہے
جب تک ہے حیات اپنی نہیں خوف اجل ہے

# وصایائے امام علیہ السلام

امام ہمام علیہ السلام نے اپنی شہادت سے دو روز قبل۔ ایک شخص ہرثمہ نامی کو آدھی رات کے وقت بلا بھیجا اور فرمایا کہ اے ہرثمہ میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور میری اجل نزدیک آگئی ہیں بہت جلد اپنے خدا کی طرف رجوع کرنے والا ہوں۔ اور اپنے آبائے طاہرین سے ملنے والا ہوں۔ اے ہرثمہ آگاہ ہو کہ مامون نے یہ مصمم قصد کر لیا ہے کہ مجھے انگور و انار میں زہر دلوائے۔ انگور میں بذریعہ سوئی اور تاگے کے زہر مخلوط کیا جائے گا۔ اور زہر آلودہ ہاتھوں سے اناروں کو نچوڑا جائے گا۔ اور میرے لئے آب انار تیار کیا جائے گا۔ اور وہی آب انار کا پیالہ میری موت کا جام ہو گا۔ چونکہ میری موت کا یہی بہانہ روز ازل تجویز ہو چکا ہے لہذا اُس کے پیش ہوتے ہی میں اُس کو قبول کرونگا اور پی جاؤنگا اور اِس دار فانی سے کوچ کر جاؤنگا۔ اے ہرثمہ جس وقت مامون

کو میری شہادت کی خبر ہو گی تو وہ میرے غسل و کفن کا انتظام اپنے پاس سے کرنا چاہے گا۔ اُس وقت تم میرا پیام اُس کو سُنا دینا۔ کہ اگر تو نے میرے اُن اُمور میں دخل دیا جن کا عقبیٰ سے تعلق ہے تو حق تعالےٰ تجھے ذرا بھی مہلت نہ دے گا۔ اور جو عذاب تیرے واسطے مقرر ہو چکا ہے وہ دنیا ہی میں تجھ پر نازل ہو جائیگا۔ اے ہرثمہ تیرا یہ بیان سُنکر مامون اپنے ارادہ سے باز رہے گا اور اس انتظام کو تمہارے سپرد کر کے خود اُس کے دیکھنے کے لئے۔ سقف خانہ پر جا بیٹھے گا۔ لہذا تم بھی اُس کے کہنے کے موافق میرے غسل و کفن کے سامان میں مصروف ہو جانا۔ بلکہ یہاں تک انتظار کرنا کہ اُس خیمۂ سفید میں کچھ لوگوں کی آوازیں محسوس ہونے لگیں اُس وقت میری لاش وہاں چھوڑ کر فوراً اُس خیمہ سے باہر چلے آنا اور خبردار قنات وغیرہ کے کسی روزن سے اِن اسرار کے دیکھنے کی جرأت نہ کرنا۔ ورنہ تمہاری یہ حرکت باعث ہلاکت ہوگی۔ جب تم کو اِن اُمور سے فراغت ہو جائے گی تو مامون رشید طنزاً تم سے یہ کہیگا کہ شیعوں کا تو یہ اعتقاد ہے کہ امام کو امام ہی دفن کرتا ہے۔ اب اِنہیں کون دفن کرے گا۔ اِن کے صاحبزادے تو مدینہ میں ہیں اور یہ یہاں خراسان میں پھر میت

کا تیسرا انجام کیونکر ہو گا۔ تو تم اس کے جواب میں کہدینا کہ بیشک شیعوں کا یہی اعتقاد ہے۔ اور ایسا ہی ہو گا۔ اور آپ کے صاحبزادہ ہی غسل دینگے ۔ اے ہرثمہ تم اس خیمہ کا دروازہ کھلنے تک انتظار کرنا۔ جب دروازہ کھلے تو اندر چلے جانا وہاں تم مجھکو غسل و کفن کردہ پاؤ گے۔ لہذا تم میرے جنازہ کو مدفن تک لے جانا وہاں پہونچکر مامون کی یہ تجویز ہو گی کہ ہارون رشید کی قبر سے مشرق کی جانب میری قبر بنائی جائے ۔ مگر یہ آرزو اُن کی پوری نہو گی۔ اور زرہ برابر زمین وہاں کی نہ کہدے گی :۔

بنائینگے جو کسی اور جا لحد دشمن ۔ کسی طرح نہ کہدیگا وہاں مرا مدفن

سرہانے ہوگا جو تعمیر مرقد روشن ۔ نمود آب وہاں ہو گا تب برنج و محن

دعا یہ پڑھیو اُٹھیگا خروش پانی میں

بسان چشمہ سوا ہو گا جوش پانی میں

اگر مزار مطہر میں مچھلیاں ہوں عیاں ۔ ضرور توڑ کے دینا یہ انکو گردہ ناں

نمود ہوگی جو ایک ماہئی بزرگ و کلاں ۔ تمام مچھلیاں کہا جائیگی نہ دیگی اماں

دعا وہ پڑھیو جو اس دم تجھے سکھاتا ہوں

ابھی کسی سے نہ کہیو جو میں بتاتا ہوں

اے ہرثمہ دعا کے پڑھتے ہی وہ ماہئی بزرگ غائب ہو جائیگی

اور تمام پانی خشک ہو جائے گا۔ اُس وقت مجھے قبر میں اُتارنا۔
میری قبر خود بخود بند ہو جائے گی۔ اے ہرثمہ جب کل صبح میں
ماموں رشید کی ملاقات کو جاؤں گا وہاں کی واپسی کا تم خیال رکھنا
اگر میں وہاں سے منہ لپیٹے ہوئے آؤں تو مجھ سے بات نہ کرنا۔ بلکہ
بالکل خاموش رہنا۔ ہاں اگر منہ کھولے ہوئے آؤں تو بات کر لینا
میں ضرور جواب دونگا۔

یہ کہکے کرنے لگے شہ عبادت داور　　وہ روز گذرا ہوئی شب کہا یہ رو رو کر
کمال مجھکو تردد ہے خالق اکبر　　نہ کچھ بھی ہو سکا کیا کیا ہے دہشت محشر

نہ کوئی لایق درگاہ تحفہ لاتا ہوں
تمام عمر ہوئی خالی ہاتھ آتا ہوں

کمال مجھ پہ ہی تیری رحمت و شفقت　　مگر لعینوں نے کیا کیا ستایا کی بدعت
فقط امید یہ رکھتا ہوں میں دم رحلت　　کہ بخش جائے رسول کریم کی امّت

ندا یہ آئی کہ کیوں آہ سرد بھرتے ہو
ہمیں قبول ہے وہ سب جو عرض کرتے ہو

# شہادتِ امام

ہرثمہ کہتے ہیں کہ امام عالیمقام کی وصیتیں سننے کے بعد میں اپنے

گھر واپس آیا تھوڑی ہی دیر کے بعد ماموں رشید کا ملازم مجھے بلانے کو آیا جب میں وہاں گیا تو مجھ سے کہا کہ جس قدر جلد ہو سکے امام علیہ السلام کو بلا لاؤ۔ اور یہ کہدینا کہ مجھے ایک نہایت ضروری کام ہے۔ اگر آپ تشریف نہ لائے تو میں خود حاضر ہوتا ہوں میں نے جس وقت یہ پیام خدمت امام عالیمقام میں جاکر عرض کیا تو حضرت فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور میرے ساتھ محزون و مغموم محل ماموں رشید کی طرف چلدئے۔ اور تھوڑی دیر میں وہاں پہونچ گئے:۔

امام کو جونہی دیکھا اٹھا پئے تعظیم ۔۔۔ بٹھایا پاس بظاہر کمال کی تکریم
کہا انار ہی انگور ہی ہیں شاہ کریم ۔۔۔ جو آپ پہلے کریں نوش پھر کروں تقسیم

یہ کہکے ہاتھ میں اپنے اٹھالئے انگور
امام پاک کو ملعون نے دئے انگور

اور کہنے لگا کہ یا حضرت یہ نہایت عمدہ قسم کے انگور ہیں اِن کو نوش فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا اے خلیفہ میرا دل نہیں چاہتا مجھکو معاف کر۔ خلیفہ نے کہا یا حضرت معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دل مجھسے صاف نہیں ہے۔ اور آپ کو میری جانب سے گمان بد ہے۔ حالانکہ میں آپ کا نہایت ہمدرد اور دوست ہوں

یہ سنکر حضرت خاموش ہوگئے۔ اور باکراہ ایک خوشہ اٹھاکر تین دانہ انگور نوش فرمائے۔ اور فوراً وہاں سے چلدیئے۔ ماموں رشید نے دریافت کیا یا حضرت کہاں آپ جاتے ہیں۔ اور اِس قدر عجلت کیوں فرماتے ہیں حضرت نے فرمایا وہیں جاتا ہوں جہاں تونے بھیجنے کا قصد کیا ہے۔ یہ سُنکر ماموں رشید نے سر جھکا لیا۔ اور حضرت وہاں سے چلدیئے۔ اور اپنے حُجرہ میں جاکر لیٹ رہے۔ ہرثمہ کا بیان ہے کہ تھوڑی دیر میں زہر کا اثر تمام جسم میں سرایت کرگیا۔ حضرت کی حالت بدل گئی درد جگر سے تڑپنے لگے جسم نیلگوں ہوگیا۔ کلیجہ کے ٹکڑے ہوگئے۔ باربار حضرت یہی ارشاد فرماتے تھے:۔

کسی کو میں نے تو ناحق نہیں ستایا ہے
یہ کس گناہ پہ ظلم و ستم دکھایا ہے

اے میرے پروردگار تو نے وہ احسان مجھ پر کئے ہیں جس کے شکریہ کے لئے میری زبان قاصر ہے۔ اے رب العالمین تو گواہ رہنا کہ مجھے بے قصور زہر جفا دیا گیا۔ اب کوئی دم میں میرا کام تمام ہوتا ہے۔ دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے۔ فشار قبر کا خیال ہے۔ اگر تیری رحمت شامل حال ہے تو سب مشکلیں آسان

ہوجاوینگی توہی مالک و مختار ہے۔ توہی آفرینندہ جنت و نار ہے
توہی میرا مولا اور پروردگار ہے۔

عجیب لطف تڑپنے میں آج پاتا ہوں
میں جانکنی میں نہایت مزے اٹھاتا ہوں

اے خالق ارض و سما تو بخوبی واقف ہے کہ میں نے کار ہدایت
کو باحسن الوجوہ انجام دیا۔ نجات امت محمدی کا کام کیا۔ تیری
درگاہ میں بکمال ادب التجا کرتا ہوں کہ بروز حشر اپنی رحمت کو بند نہ
کرنا اور مجھے تنہا داخل جنت نہ کرنا تاوقتیکہ میرے محب میرے
ساتھ نہوں۔ میرے رونے والوں پر خاص نظر لطف منعطف
کرنا۔ اور ان کے گناہوں کو بخشدینا۔ اور بروز حشر اُن کی شفاعت
میں میری ضمانت کا لحاظ رکھنا:۔

ندا فلک سے یہ آئی گیا زمان فراق کرینگے حشر کو ظلم و ستم کا استحقاق
جدائی تیری نہایت ہوئی ہی ہم پر شاق ہمارا تو ہوا مشتاق ہم ترے مشتاق

جو ایسی راہ میں کام آیا سرفراز ہوا
جو آنکھ بند ہوئی باب خلد باز ہوا

ترے فیقعوں سے اے باکرم ہوئے راضی رہے خدا پہ ثابت قدم ہوئے راضی
نہ دوستوں کے لئے ہوالم ہوئے راضی یہ عجز کس لئے کرتا ہے ہم ہوئے راضی

عدو جو تیرے ہیں دوزخ کی سمت جائینگے
جو دوستدار ہیں تیرے وہ خلد پائینگے

یہ سنکے شکر خدا لئے انام لائے بجا      کہا کمال ہے عاصی پہ تیرا لطف و عطا
مگر یہ غم ہے دم نزع ہوں پسر سے جدا      سوائے ذات خدا اور کون ہے اسکا

نہ مونسے نہ شفیقے نہ آشنائے ہست
عجیب واقعہ و طرفہ ماجرائے ہست

ابھی حضرت یہ کلام درگاہ خداوندی میں بدرد و یاس فرما ہی رہے تھے کہ یکایک ایک جوان حسین و جمیل صبیح و ملیح مگر ملول و محزوں داخل حجرہ ہوا:-

یتیمی چھائی ہوئی شکل پیاری پیاری تھی
لبوں پہ آہ تھی اور نہر اشک جاری تھی

یہ دیکھتے ہی ابو صلت خادم حضرت نے دریافت کیا کہ اے نیک خصلت آپ کون ہیں اور کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ اور آپ کی کیا حالت ہے۔ اس بند دروازے میں سے آپ کیوں کر اندر آگئے۔ اُس جوان نے جواب دیا کہ اے ابو صلت جو مجھے مدینہ سے لایا۔ اُسی نے حجرہ میں بھی پہونچایا۔ اِن کے بعد میں ہی خلق کا امام ہوں۔ تیرے آقا کا پسر اور محمدؐ کا ہمنام ہوں۔

یہ کہکے سوئے امام رضا گئے وہ امام پدر نے دیکھا جو اُن کو کہا بحزن تمام
گلے سے باپ کے لگجاؤ اے خجستہ مقام قریب مرگ ہوں باقی نہیں ہے تاب کلام

نگاہ یاس سے ہر سمت آہ دیکھتا تھا
تمہارے آنے کی میں کب سے راہ دیکھتا تھا

یہ کہہ کے حضرت نے اپنے فرزند ارجمند جناب محمد تقی علیہ السلام کو گلے سے لگا کر خوب پیار کیا۔ اور اسرار امامت تلقین فرمائے اسی اثناء میں امام علیہ السلام کے دہن مبارک سے کوئی سفید شئی مثل برف کے نکلی جس کو فوراً امام ہم نے نوش فرما لیا پھر اس کے بعد حضرت نے جامہ و سینہ کے درمیان سے کوئی شئے نکال کر صاحبزادے کو کھلائی۔ اور اس طرح امانت پروردگار کو سونپ دیا۔ اس عرصہ میں درد جگر زیادہ ہوتا گیا۔ اور آثار موت نمایاں ہوتے گئے:۔

یہ راوی کہتا ہے پہلے تو رنگ زرد ہوا
پھر ایک ہچکی کے آتے ہی جسم سرد ہوا

رات کے نو بجے حضرت نے اس دار فانی کو خیرباد کہا۔ خبر شہادت تمام شہر میں پھیل گئی۔ ہرثمہ کہتے ہیں کہ میں پابرہنہ بھاگا جب کاشانۂ امامت میں داخل ہوا تو دیکھا کہ صحن خانہ میں

خلیفہ کھڑا ہوا رو رہا ہے۔ اشکوں سے منہ دھو رہا ہے۔ مجھ پر بھی بیحد رقت طاری ہوئی جب صبح ہوئی مامون رشید نے غسل کا انتظام کرنا چاہا میں اُس کو خلوت میں لے گیا۔ اور امام علیہ السّلام کا پیام سُنا دیا۔ وہ ڈر گیا اور غسل کا انتظام میرے سپرد کر دیا اس کے بعد جب میں صحن خانہ میں آیا تو دیکھا کہ اُس خیمہ سفید میں سے تسبیح و تہلیل کی صدا آرہی ہے جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ یہ دیکھکر حسب وصیت لاش مطہر کو میں نے خیمہ میں پہنچا اور فوراً باہر نکل آیا اور خیمہ کے دروازے بند کر دئے۔ تھوڑی دیر میں وہاں سے پانی گرنے اور برتنوں کے ٹکرانے کی آواز آنے لگی۔ اور چاروں طرف ایسی خوشبو پھیلی کہ آج تک میں نے سلاطین عباسیہ کے عطار خانوں میں بھی نہیں سونگھی تھی۔ یہ تمام واقعات دیکھتا اور روتا رہا مگر ضبط کو کام میں لایا ایک حرف بھی زبان سے نہ نکالا:۔

اسی اثنار میں میں نے سنا کہ کوئی رو رو کر یہ کہتا ہے کہ جب یہ آفتاب دین زیر زمیں ہو جائے گا تو مقام طوس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پُر نور کر دیگا۔ مگر افسوس کہ ہمارے لئے آج کا دن بھی شب دیجور بن گیا۔ کلیجہ تیر الم سے چھن گیا:۔

خدا کے نور کو زہر جفا دیا افسوس

چراغ بزم امامت بجھا دیا افسوس

اس آواز کو سنکر خادم دوڑا اس نے دیکھا کہ امام محمد تقی علیہ السلام سر پیٹ رہے ہیں۔ عمامہ سر سے اتار پھینکا ہے۔ اور خاک سر پر پڑی ہے۔ قریب تھا کہ غم پدر سے ہلاک ہوں:-

غش آیا گرنے لگے اور علی کا نام لیا

امام پاک کو خادم نے آکے تھام لیا

امام ہُم کی حالت دیکھکر خادم ابوصلت بھی زار زار رونے لگا اور سر پیٹنے لگا:-

کلام کرنے لگا رو کے خادم حضرت — امام مر گئے اب کس کی میں کروں خدمت

کمال کرتے تھے ہر دم غلام پر شفقت — جگہ دیں پائنتی اپنے ہی اب مجھے حضرت

نہ خوف آیا خدا کا ذرہ بھی اعدا کو

کہاں سے ڈھونڈھ کے لائے غلام آقا کو

اِس کے بعد امام محمد تقی علیہ السلام نے حنوط و کفن طلب کیا ابوصلت نے صندوق میں سے نکالکر دیا امام علیہ السلام نے تمام کام اپنے ہاتھ سے سر انجام دیا۔ جب میت تیار ہو چکی تو قصدِ نماز کیا۔ قدرت خدا سے ایک تابوت وہاں پیدا ہوا حضرت نے

میت کو تابوت میں رکھدیا اور نماز جنازہ پڑہی۔ نماز کے ختم ہوتے ہی وہ تابوت بلند ہوا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔ یہ واقعہ دیکھکر ابوصلت گھبرا گیا اور کہنے لگا کیا لاش اب نہ ملے گی۔ اگر ہارون رشید نے دریافت کیا تو کیا جواب دونگا:۔

کہا امام محمدؑ تقی نے صبر تو کر — قریب ہے کہ یہاں آئے پھر کے لاش پدر
تجھے اس امر سے اے شخص کیا نہیں ہے خبر — وفات پائے نبی سے جُدا امام اگر
وہ اپنی قدرت و شان اس طرح دکھاتا ہے
اگرچہ مشرق و مغرب میں ہوں بلاتا ہے

ابہی یہ باتیں ہو ہی رہی تہیں جو جنازہ واپس آن پہونچا امام نہم نے تابوت سے لاش کو نکالا اور جس مقام پر موت واقع ہوئی تہی وہیں پر لٹا دیا۔ تابوت فوراً غائب ہو گیا اور امام محمدؑ تقی علیہ السلام بہی روتے ہوئے روانہ ہو گئے:۔

# تجہیز و تکفین

ادہر امام روانہ ہوئے اُدہر مامون رشید جو صحن خانہ میں کھڑا رو رہا تھا اندر آگیا۔ اور لاش کے سرہانے بیٹھکر رونے لگا۔ اور حکم غسل و کفن کا دیا۔ بعد تجہیز تکفین کے جب جنازہ باہر

لایا گیا تو خلقت کا اژدہام تھا سب کی آنکھوں میں آنسو اور لب پر امام کا نام تھا:۔

جو دوستدار تھے ماتم میں جان کھوتے تھے
عدو بھی مکر و دغا سے وہاں پہ روتے تھے

کوئی کہتا تھا افسوس امام کی جان ناحق قاتل نے لی کوئی پکارتا تھا امام زمانہ نے دنیا سے کوچ کیا۔ اپنے ارادتمندوں کو بے امام کیا کوئی کہتا تھا زہر دغا سے شہید کیا کوئی کہتا تھا ظالم نے کار یزید کیا:۔

غم فراق نہایت دکھاتا ہے تابوت
شہید زہر کا افسوس جاتا ہے تابوت

جنازہ کے ساتھ خلقت کا بڑا ہجوم تھا۔ دشمن شاد اور دوست مغموم تھا۔ بظاہر دشمنان دین کے کاندھوں پر لاشۂ امام مظلوم تھا۔ باطن میں فرشتوں کے شانوں پر لاشۂ سید مسموم تھا۔ فرشتگان مقرب ساتھ ساتھ روتے تھے غم سے جان کھوتے تھے۔ انبیاء شرکت جنازہ کے لئے خلد سے آئے تھے۔ رسول و علی خاک عزا سر پر لگائے تھے فاطمۂ زہرا سر برہنہ نالہ کناں تھیں حسن سبز قبا جگر کو تھامے تھے

حسین علیہ السّلام نشان خنجر گلے پر لگائے۔ لاشۂ اصغر کو گود میں سنبھالے تھے۔ علی اکبر غم سے سینہ پیٹتے تھے:۔

عجیب حال سے عباس ساتھ آئے تھے
اور اپنے بھائی کا وہ تھامے ہاتھ آئے تھے

غرضکہ عجب رقت کا مقام تھا۔ انبیا و اوصیا، جن و ملائک کا اژدہام تھا:۔

تمام عاشق ربّ قدیر مضطر تھے
عمامے سر سے گرائے ہوئے کھلے سر تھے

# تجویزِ دفن!

الغرض جب جنازہ امام زمانہ کا قریب قبہ ہارون رشید کے پہونچا۔ تو مامون رشید نے اپنے باپ کی پہلو میں مشرق کی طرف قبر کھودنے کا حکم دیا۔ اور گورکنوں سے کہدیا کہ:۔

شرف چھپاؤ امام مجید کے جلدی
بناؤ پائینتی قبر رشید کے جلدی

گورکن بیچارے خوف کے مارے ہارون رشید کی پائینتی قبر کھودنے لگے۔ اور تعمیل حکم کے لئے مجبور ہوئے مگر قدرت

خدا سے ذرہ برابر زمین نہ کھد سکی ۔ آخر کار ہرثمہ نے مجمع سے خلیفہ کو علیحدہ لے جاکر حضرت کی وصیت پھر یاد دلائی جس کو سنکر وہ نادم اور پشیمان ہوا ۔ مگر ظاہرداری کے طور پر کہنے لگا کہ کچھ مضائقہ نہیں ۔ سرہانے دفن کردیا جائے چنانچہ دوسری جانب قبر کھودی گئی ۔ جہاں حسب الارشاد امام عالیمقام قبر تیار نکلی اور جملہ باتیں ظہور میں آئیں جو حضرت نے وقت وصیت ہرثمہ سے فرمائی تھیں

عزیز و قدرت حق سے لحد ہوئی باہم | میانِ ارض و سما جابجا ہوا ماتم
صدا ہر ایک طرف سے یہ آتی تھی پیہم | خدا کے نور کے غم میں سیاہ ہے عالم

جہاں میں رنج والم کا سوا رواج ہوا
غروب مہر امامت زمیں میں آج ہوا

# روضۂ اقدس

اوس روضۂ پر نور کا کیا عز و شرف ہے
رفعت میں مدینہ ہے تجلی میں نجف ہے

امام ہمام قبۂ ہارونی میں دفن کئے گئے ۔ جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ۔ مگر جب سلطنت ایران میں کامل طور پر شیعوں کا تسلط ہوا تو اُس قبہ کو بدلکر نہایت عالیشان روضہ طلائی گنبد کا تعمیر

ہوا۔ بڑے بڑے طلائی دروازہ بنائے گئے نہایت عالیشان۔
صحن رکھے گئے۔ ایک طلائی دروازہ نادرشاہ درّانی نے بنوایا۔
جس کا نام ایوان طلا ہے۔ دوسرا سلطان ناصرالدین شاہ قاچار
نے تعمیر کرایا۔ غرضکہ بحالت موجودہ اُس دروازہ کی جو شان ہے
اسکی تعریف کے لئے نہ زبان مین طاقت گفتار نہ قلم میں یارائے
تحریر ہے۔ اعتقاداً تو وہ ایک ایسی چیز ہے کہ ہر مومن اُس کی
زیارت کی تمنّا رکھتا ہے۔ اور صعوبات سفر کو برداشت کر
کے وہاں پہونچتا ہے۔ اور اپنے پسینہ کی کمائی کو اِس راہ میں
صرف کرتا ہے۔ مگر حقیقتاً وہ ایک عجیب مقام ہے جس کی
سیر سے دل سیر نہیں ہوتا۔ وصل کے بعد انتظار دو گنا بلکہ
چوگنا بڑھ جاتا ہے۔ شان عمارت کچھ ایسی دلکش ہے کہ دنیا میں
دوسری مثال اُس کی نظیر دینے کے لئے میسر نہیں۔ اُس کی
تعمیر میں شاہان ایران نے نہایت فراخ دلی اور حوصلہ سے
کام لیا ہے۔ اور ملکی دولت کو دل کھولکر صرف کیا ہے ایرانی
ملک کی صنعت کا نمونہ اگر دیکھنا ہو تو اِس عمارت کو دیکھئے
فن تعمیر کا مشاہدہ اگر مدّ نظر ہو تو شاہ خراسان کے روضۂ
اقدس کی زیارت کرے۔ سونے چاندی کے قبّے اور دروازے

صحن کی کشادگی۔ تعمیر کی خوبیاں۔ بلندی کی مناسبت۔ صناعوں کی کاریگریاں۔ ضریح اقدس کی خوبصورتی یقیناً قابل مدح سرائی ہے۔ اور کیوں نہ ہو یہ وہ مقام ہے جہاں امام غریب الغربا رسین الضعفا رشاہنشاہ عالیوقار رسول کا لخت جگر علی و بتول کا نور نظر حسین مظلوم کی اولاد۔ خلیفۂ بنی عباس کا داماد۔ مقتول دغا بیکس و تنہا، مقتدا و پیشوا معصوم و مسموم۔ مہموم و مغموم۔ ہادی برحق۔ ولی مرشد۔ معدن رحمت۔ خازن حکمت۔ تاجدار تخت امامت۔ فخر سیادت۔ سنہری گنبد کے نیچے سبز چادر تانے مصروف استراحت ہے۔ جہاں کی کفش برداری بادشاہوں کے لئے باعث عزت ہے چنانچہ شاہ کجکلاہ ایران ناصر الدین شاہ قاچار جب بقصد زیارت تشریف لے گئے تو خدمت کفش برداری کو اپنی ذات کے لئے تجویز کیا اور ذیل کی رباعی جلی قلم سے لکھوا کر مرقد سلطان دین پر نذر کی:۔

کجا ہوائے شہنشاہئے زمین دارم
کہ کفش وارئے سلطانِ ہشتمیں دارم
سزد کہ فخر کنم بر شہان بروز جزا
بکفش وارئے سلطانِ دیں امام رضا

روضہ کے ہر چہار جانب وسیع رواق بنے ہوئے ہیں جو شیشہ آلات جھاڑ و فانوس اور بجلی کی روشنی سے آراستہ ہیں۔ ہر رواق کا ایک علیحدہ نام ہے۔ بیرونی جانب دو ایوان طلائی ہیں جو صحن نو اور صحن کہنہ کے نام سے مشہور ہیں۔ تیسری جانب شہزادی گوہر شاد کی بنائی ہوئی مسجد ہے جس کی وسعت و بلندی شان اور خوبصورتی خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ اِس کا فیروزی گنبد روضہ سلطانِ خراسان کے پہلو میں ایک خاص شان لئے ہوئے ہے۔ مسجد ہر وقت آباد اور پُر رونق رہتی ہے۔ جب دیکھئے وعظ و پند کی مجالس ہو رہی ہیں۔ یا نماز جماعت کا منظر دکھلائی دیتا ہے۔ صدہا مسلمان تلاوت کلام مجید میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اِس روضہ کی بدولت یہ شہر نہایت خوبصورت ہے۔ اور آجکل اعلحضرت شہنشاہ پہلوی کی جدّت طرازی نے اور اُس میں چار چاند لگا دئے ہیں۔ جا بجا خوبصورت عمارتیں اور نئی سڑکیں تیار ہو گئی ہیں۔ اطراف واکناف عالم سے ہر سال زائرین کے قافلے اس خیال کو دل میں لئے ہوئے جوق در جوق چلے جاتے ہیں۔ کہ۔

یک طوافِ مرقدِ سلطان دین موسیٰ رضا
ہفت ہزار و ہفت صد و ہفتاد حج اکبر است

# محبت زائرین

جس طرح خداوند عالم کو حاجی اور حضرت سرور کائنات کو زائرین مدینہ اور حسین مظلوم کو زواران کربلا پیارے ہیں اسی طرح امام غریب الغربا کو زائرین مشہد مقدس سے الفت ہے۔ چنانچہ ایک واقعہ معرض تحریر میں لاتا ہوں اور الفت شہ ابرار کا افسانہ سناتا ہوں۔ ایک زائر دیندار بعد طے مسافت بسیار وارد خراسان ہوا۔ اور زیارت ضریح امام عالی مقام سے مشرف ہوا۔ چونکہ سفر دور و دراز طے کر کے آیا تھا خستہ و درماندہ تھا غلبۂ نوم سے مجبور ہو کر روضۂ مقدس میں سو گیا۔

گو دیدۂ دل جانب سلطان امم تھے
پر سوئے ضریح شہ دیں اُس کے قدم تھے

چونکہ سفر میں اسکو آرام کم ملا تھا لہذا شام تک بے خبری کے ساتھ سوتا رہا۔ کسی خادم روضہ کی نگاہ اسپر پڑ گئی اُس نے اس خیال سے کہ اُس کے پاؤں ضریح اقدس کی جانب ہیں

جو کمال بے ادبی ہے - جگانا چاہا - شانہ پکڑ کر ہلایا - آواز دیکر جگایا - مگر وہ کچھ ایسا سویا تھا کہ کسی طرح نہ جاگا - تب اُس خادم نے داؤد کلید بردار سے یہ واقعہ بیان کیا - داؤد فوراً آیا - اور آتے ہی زائر کے منہ پر ایک طمانچہ لگایا - اور کمر پر ٹھوکریں رسید کیں - زائر فوراً بیدار ہوگیا - اور کلید بردار کی طرف دیکھکر اُسنے اپنا رُخ ضریح اقدس کی طرف پھرایا - اور الفاظ شکایت کو زبان پر لایا - اسی اثنا میں اور خدام بھی جمع ہوگئے - سب نے ملکر اُس کو باہر نکالنا چاہا - اور اسقدر کھینچا کہ اوس کا لباس جسم پارہ پارہ ہوگیا - ہوش و حواس جاتے رہے - سر سے دستار گر پڑی - جب ذرا اُس کو ہوش آیا - تو وہ ضریح اقدس سے مخاطب ہوکر بولا :-

پھر سوئے ضریح اُس نے پکارا کہ یہ کیا ہے
زائر کو ذلیل آپ کے روضہ پہ کیا ہے

دیکھا کئے تم اور طمانچہ مجھے مارا
امداد نہ کی جامہ بھی ٹکڑے ہوا سارا

خیر آپ کو ذلت ہوئی گر میری گوارا
اب سوئے نجف جائیگا زوار تمہارا

جب سر کو ضریح شہ مرداں پہ رکھو نگا
پہلے میں گلا آپ کا حیدر سے کرونگا -

اے مولا۔ آپ کے جدّ بزرگوار۔ سید ابرار۔ سبط احمد مختار۔ فرزند دلبند سوار حسین غریب الدیار تو اپنے زائر کی یہ قدر کریں کہ زائر کی پیشوائی کے لیے حضرت عباس کو بھیجیں اور آپ خبر تک نہ لیں:۔

اور میں تو حقیر آپ کے روضہ میں ہوا ہوں
عزت سے یہاں آیا تھا ذلت سے چلا ہوں

اے ۔ آقا حضرت عباس کے زائر پر اگر کوئی اس طرح ہاتھ اٹھاتا۔ تو یقیناً اُس کا ہاتھ وہیں قلم ہو جاتا۔ حیدر صفدر ساقی کوثر شیر غضنفر۔ ہادی و رہبر تو روز اُن کی نگہبانی کریں حضرت عباس علمبردار پاسبانی فرمائیں۔ اور آپ اپنے زائر کی بات بھی نہ پوچھیں ۔حضرات۔!

یہ کہکے ضریح شہ والا کی طرف کو
سر ننگے چلا وہاں سے وہ زوار نجف کو

سبحان اللہ۔ باوجود اِس بے ادبی اور گستاخی کے حضرت نے کس قدر اُس زائر کی عزت افزائی فرمائی۔ جو قابل مدح سرائی ہے۔ یہی خُلقِ رسول ہے۔ جو حضرت کو ورثہ میں ملا ہے لکھا ہے کہ زوار تو روتا ہوا ادھر نجف کو روانہ ہوا۔ اور داؤد

فرش اقدس میں پہونچا:-

یاں روضہ میں داؤد جو داخل ہوا اُس دم
دیکھا کہ ہے جنبش لحد پاک کو پیہم
نکلے ہوئے سر قبر سے کھڑے ہیں شہ عالم
رخسار سے بہتا ہے لہو پشت بھی ہے خم

سر ننگے ہیں اور زرد رخ پاک ہوا ہے
گویا کہ جگر زہر سے پھر چاک ہوا ہے

یہ دیکھکے داؤد کلید بردار کے بدن میں رعشہ آ گیا۔ ہاتھ پاؤں تھرانے لگے۔ فوراً دست ادب باندھکر کہنے لگا کہ اے میرے سید و سردار۔ اے آقائے نامدار۔ یہ کیا حالت ہے۔ کس نے ظلم ڈھایا۔ اور یہ ستم دکھایا:-

عارض سے لہو بہتا ہے مشغول بکا ہو
کیوں آج نہیں بولتے کیا مجھسے خفا ہو

جواب میں حضرت امام عالیوقار نے فرمایا کہ اے داؤد یہ سب تیرا ہی کرشمہ ہے۔ تو نے ہی ایذا دی اور اب تو ہی حال پوچھتا ہے۔ اے داؤد جو صدمہ زائر کو پہونچا۔ وہ سب مجھ پر گذرا وہ روضہ سے نکلا میں یہاں قبر سے نکلا:-

نیلا نہیں زوار کا رخسار ہوا ہے
غافل وہ طمانچہ مرے عارض پہ لگا ہے

ضربت سے کمر جو مرے زائر کی ہوئی خم　　تو دیکھ اُسی درد سے پکڑے ہیں کمر ہم
گریاں مرے زوار و نکا ہوگا ہی عالم　　تو کوچ ہمارا ہی ہے مشہد سے اسیدم

کیوں رنج دیا قدر شناس اُس کے تو ہم تھے
کیا تیری طرف کو مرے زائر کے قدم تھے

اے داؤد میرے حال پر کیا افسوس کرتا ہے۔ جلد جا اور میرے زائر کو نجف کی راہ سے واپس لا۔ اور میری طرف سے کہدینا کہ چل تجھے تیرا مولا بلاتا ہے :-

جس کی کہ زیارت کا تجھے شوق بڑا ہے
اب تیری زیارت کا وہ مشتاق کھڑا ہے

اور تجھکو اگر اپنی تقصیر معاف کرانی ہو تو جلدی کر ایسا نہو کہ وہ میری شکایت میرے جدّ امجد شیر خدا علی مرتضٰی سے کرے اور میں شرم سے نجف بھی نہ جاسکوں۔ یہ سننا تھا کہ داؤد نالہ کناں سینہ زناں روضۂ اقدس سے باہر آیا۔ اور زائر کے قدموں پر جاگرا۔ اور کہنے لگا کہ اے زائر غریب الغرباء بہر پیمبر میرے قصور سے درگذر کر اگر بدلہ اور انتقام منظور ہے۔ تو جس ہاتھ سے میں نے طمانچہ مارا تھا حاضر ہے اُس کو قلم کر

واللہ تو مقبول شہنشاہ امم ہے
زوار تجھے شاہ خراساں کی قسم ہے

کیا خوب ترا بخت ہے کیا خوب مقدر — تیرے لئے مرقد سے نکل آئے ہیں سرور
یہ سنتے ہی دوڑا طرف روضہ وہ مضطر — لپٹا لیا سینہ سے رضا نے لیے بڑھکر

فرمایا کہ الفت کا تری مجھکو یقیں ہے
یہ کہدے کہ تو اب تو خفا مجھسے نہیں ہے

کیوں بھائی اب تو میرے جدّ امجد سے تو میرا شکوہ نہ کریگا اب تو تیرے دل میں کدورت باقی نہیں رہی بیشک میرے روضہ میں تجھے ایذا پہونچی جس کی معافی کا میں خواستگار ہوں زائر نے دست بستہ عرض کیا مولا زیادہ مجھکو خجل نہ کیجیے۔ کیسا رنج اور کہاں کی زحمت۔ مجھے تو اِس واقعہ کی بدولت زیارت کا شرف مل گیا۔ میرا دامن گل امید سے بھر گیا۔ رنج دور ہو گیا دل خوشی سے معمور ہو گیا:-

## زائران کربلا و مشہد کا تقابل

ناظرین رسالۂ ہذا نے عطائے شہ ابرار اور عزت افزائی زائر نامدار کو ملاحظہ فرمایا۔ واقعی زیارت ایک عجیب نعمت

غیر مترقبہ ہے۔ یہ جو کچھ مولا کی شان کرم بیان ہوئی۔ یہ محض
دنیا کے لئے ہے اور حشر میں جو کچھ ملیگا۔ اُس کا علم تو اُسی ذات
اقدس کو ہے جس سے وہ عطیہ ملے گا۔

لکھا ہے کہ جب امام مظلوم بیکس و مغموم بروز قیامت خلد
کی جانب روانہ ہونگے تو اُن کے جملہ زوار و عزادار اُن کے ہمراہ
ہوں گے۔ اُس وقت میدان حشر میں:۔

غل ہو گا کہ تھامے ہوئے دست شہ دیں کو
شبیر کے زوار چلے خلد بریں ۔۔ کو

ناگاہ امام عالیمقام حضرت علی رضا علیہ السّلام ایک ناقہء
نورانی پر سوار میدان حشر میں نمودار ہوں گے۔ آگے پیچھے
حور و ملک جلودار ہوں گے۔ اور دائیں بائیں حضرت کے زوار
ہوں گے۔ اس وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ اے اہل
محشر ہوشیار ہو جاؤ کہ غریب الغربا، کی سواری آتی ہے
اُس وقت حضرت ناقہء نورانی سے اُتر کر اور اپنے جدّ بزرگوار
سبط رسول نامدار فرزند احمد مختار سے لپٹ کر بصد ناز یہ
فرمائنگے کہ اے جدّ مظلوم اوّل ہیں مع اپنے زوّاروں کے
جنّت میں جانا چاہتا ہوں۔ تب حسین مظلوم بہ تبسم ارشاد

فرمائنگے کہ اے فرزند اِس تقدیم کا سبب ہی تو ظاہر کرو اُس وقت امام رضا علیہ السلام فرمائنگے کہ میں آپ کا چھوٹا ہوں اور آپ بزرگ ہیں۔

گو آپ کے بیٹوں میں غریب الغربا ہوں
مظلومی و تنہائی میں پر تم سے سوا ہوں

اُس وقت سید مظلوم فرمائنگے کہ اے پسر تم مظلومی میں مجھ سے کیونکر زیادہ ہو۔ اے جان نبی تم تو اکیلے قتل ہوئے اور میرے ساتھ بہتّر رفیق تھے۔ تم کو تو قاتل نے فقط زہر ہی پلایا تھا۔ میرے سینہ پر سوار ہو کر قاتل نے کند خنجر گلے پر پھرایا تھا۔ تمہارا کوئی بیٹا اکبر سا جوان کب قتل ہوا کون سا بچہ علی اصغر کی طرح ہاتھوں پہ مارا گیا۔ تمہارے ناموس کہاں سر ننگے بلوۂ عام میں پھرائے گئے۔

پیارے مرے کیا پوچھتے ہو حال ہمارا
مرجانے پہ لاشہ ہوا پامال ہمارا

اے فرزند تمکو تو قبر ہی بعد مرنے کے میسر ہو گئی۔ مگر میرا لاشہ چالیس دن تک بے گور و کفن ریگ گرم پر پڑا رہا یہ سنکر امام رضا علیہ السلام مصائب مظلوم کربلا پہ گریہ فرمائنگے

اور جدِ مظلوم سے عرض کرینگے کہ :-

حضرت کے برابر کسی درجہ میں تو کب ہوں
پر اپنی غریبی پہ میں انصاف طلب ہوں

اے جدِ بزرگوار یہ درست ہے کہ آپ ظلم و ستم سے مارے گئے - آپ کے سر تنوں سے اُتارے گئے - مگر آپ کے لاشہ پر سارے حرم رونے والے موجود تھے - مگر میں تو عجب وقت دنیا سے سدھارا کہ میرے لاشہ پر کوئی رونے والا بھی نہ تھا - آپ کے ماتم میں تو حضرت زینب نے سر کھولا تھا - مگر میں جب قتل ہوا تو میری بہن بھی وطن میں نہیں - میرا وطن بھی دور تھا اور کوئی ناموس بھی نہ تھا - یہ سنکر امام حسین رو دینگے :-

شبیر کو ہو ویگا قلق حالِ رضا پر!
وہ روئینگے مظلومیٔ شاہ شہدا پر!

جس وقت اس گفتگو میں کچھ عرصہ لگیگا اور آفتاب قیامت کی حدت سے اہل محشر گھبرا اُٹھینگے - تو سب ملکر خدمت اقدس رسول انام میں عرض کرینگے - کہ اے رسول مقبول - یہ امت ملول آفتاب محشر کی حدت کو برداشت نہیں کرسکتی - اور جناب امام حسین و امام رضا علیہ السلام میں تقدیم و تاخیر داخلۂ جنت پر بحث ہورہی ہے

اُسوقت وہاں آکے کہینگے یہ پیمبرؐ ۔ اے پیارو جو ہم فیصلہ کردیں وہ ہے بہتر
تو دست رضا تھام لے اے کشتۂ خنجر ۔ تا داخلہ جنت میں ہو دونوں کا برابر
تم دونوں کے زائر بھی اسی طرح رواں ہوں
یکبارگی سب داخلِ گلزارِ جناں ہوں

ارشاد پیمبر پہ رضا ہونگے رضامند ۔ اور دست رضا تھامیگا زہرا کا جگر بند
ایک ایک کا رُخ روشنی میں چاند سے دہ چند ۔ زائر بھی یونہی جائینگے پس خرّم و خرسند
معنی ہیں محبتوں پہ یہی لطف و عطا کے
قربان میں شبیر کے صدقہ میں رضا کے

# علومِ رضویّہ!

جہاں حضرت امام رضا علیہ السلام میں حق گوئی حق شناسی قیافہ دانی۔ حلم۔ بردباری۔ خدا ترسی۔ فروتنی۔ سخاوت اور شجاعت کا مادہ تھا۔ وہاں حضرت کا سینہ بھی علم کا گنجینہ تھا۔ اُس زمانہ کے تمام علماء و فضلاء محدثین و مفسرین مناظرہ و مباحثہ میں آپ سے شرماتے تھے۔ اور ہر متنفس جو اُس زمانہ میں ذی علم کہلاتا تھا آپ ہی کے چشمۂ فیض سے بہرہ یاب نظر آتا تھا۔ اور آپ کے۔ تبحر فی العلم کا لوہا۔ مانتا تھا۔ ماموں رشید عباسی کے زمانہ میں

شب و روز آپ کو اظہار فضیلت کا موقعہ ملا۔ علماء یہود و نصاریٰ تک سے آپ کا مقابلہ ہوا۔ مگر ہر معرکہ میں میدان آپ ہی کے ہاتھ رہا۔ اور آپ ہمیشہ غالب رہے۔ ابو صلت ہروی کہتے ہیں کہ میں نے تمام عمر میں آپ سے زیادہ کسی کو صاحب علم نہ پایا۔ اور مجھی پر کیا منحصر ہے جو شخص بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ کی علمیت کا قائل ہو گیا۔ خود امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ میرے جدّ امجد حضرت علی مرتضیٰ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے موسےٰ تمہارا یہ فرزند نورِ خدا سے نگاہ کرتا ہے۔ اور حکمت خدا سے بولتا ہے اِس کے اقوال و افعال میں خطا کو مطلق دخل نہیں ہے۔ جہالت اِس سے دور رہتی ہے۔ اور یہ سَر سے پاؤں تک علم و حکمت سے معمور ہے:۔

ابراہیم ابن عباس کہتے ہیں کہ آج تک کبھی ایسا موقعہ نہوا کہ کوئی امر امام علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا ہو اور اُس کا جواب دینے سے وہ قاصر رہے ہوں۔ ابتدائے عالم سے اِس وقت تک کے حالات کا جاننے والا آپ سے زیادہ کوئی نہ تھا

مامون رشید ہر قسم کے سوال کرکے آپ کا امتحان لیتا تھا مگر آپ کے پاس ہر بات کا جواب موجود تھا۔ آپ کے جوابات خواہ کسی امر میں ہوں کلام اللہ سے ماخوذ و مستنبط ہوتے تھے محمد ابن عیسٰی الیقطینی ناقل ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت کے بارے میں اختلاف کیا تو میں نے وہ مسائل جن کے جوابات حضرت سے حاصل کئے تھے جمع کرنے شروع کئے۔ اور پھر اُن کا شمار کیا تو اٹھارہ ہزار ہوئے۔

علامہ شہرستانی اور ابن اثیر نے خاص طور پر آپ کو مجددین میں شمار کیا ہے:۔

یہود۔ نصرانی زندیق وغیرہ سے اکثر آپ کا مناظرہ و مباحثہ رہا۔ اور جس نے ایک مرتبہ مباحثہ کر لیا وہ مسلمان ہو گیا علمائے اسلام سے اکثر بحثیں ہوئیں اور سب نے آپ کے آگے سر تسلیم خم کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کچھ لوگ دربار مامون رشید میں محض اس لئے جمع ہوئے کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام سے امامت میں مباحثہ کریں۔ سب نے بالاتفاق اپنی طرف سے یحیٰی ابن ضحاک سمرقندی کو جو اس زمانہ میں افسر المحدثین مانا جاتا تھا منتخب کیا۔ آپ نے اُس کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تمہیں

جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو۔ اُس نے عرض کی یا ابن رسول اللہ پہلے آپ سوال فرمائیں امام عالیمقام نے ارشاد کیا کہ اے یحییٰ تو ایسے شخص کی نسبت کیا کہتا ہے جو راستی کا مدعی ہو اور صادقوں سے جھوٹ بولے۔ آیا وہ راست گو ہے۔ یا بحق ہے یا کاذب ہے یحییٰ یہ سنکر دم بخود ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں ماموں رشید نے تقاضہ کیا کہ جواب کیوں نہیں دیتے۔ اُس نے کہا کہ اے امیر میرے پاس تو اِس کا جواب نہیں ہے۔ مامون نے حضرت سے مخاطبہ کیا۔ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یحییٰ اس کا کیا جواب دے سکتا ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ اُس نے صادقوں سے جھوٹ نہیں بولا تو جو شخص ممبر رسول پر بیٹھکر اپنے عجز کا اقرار کرے اور یہ کہے کہ میں تمپر والی تو ہوں مگر تم سے بہتر نہیں ہوں وہ کیوں کر خلیفۂ رسول ہو سکتا ہے حالانکہ امیر کے لئے لازم ہے کہ رعایا سے بہتر ہو۔ اور جو اُس مقام رفیع پر خود یہ کہے کہ مجھ پر ایک شیطان ہے جو غالب آتا ہے۔ وہ کس طرح امام ہو سکتا ہے۔ حالانکہ امام وہ ہے جو شیطان سے محفوظ ہو۔ نیز وہ شخص امیر و خلیفہ نہیں ہو سکتا جسے تابعین یہ کہیں کہ اس کی بیعت ایک بے ساختہ بات تھی۔ خدا نے اُس کے شر سے بچا لیا۔ اور جو کوئی پھر ایسا

کام کرے اُسے قتل کر دو۔ یہ سنکر ماموں رشید نے کہا کہ میں نہ کہتا تھا۔ اِن سے مباحثہ نکرو۔ اِن کا علم علم رسول سے ماخوذ ہے۔ اِس کے بعد خود ماموں نے عصمت انبیاء کے متعلق سوال کیا۔ اور حضرت نے عصمت آدم و ابراہیم و موسیٰ و یوسف و رسول اللہ وغیرہ ہم کو ثابت کر دکھایا اور ماموں رشید کو کہنا پڑا کہ خدا آپ کو جزائے خیر دے آپ نے سچ فرمایا:۔

اسی طرح آپ نے جبر و تفویض اور خلقت قرآن وغیرہ کے مسائل پر بحث کی اور سب کو ساکت کر دیا:۔

# تصانیف!

اگرچہ امام کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ معمولی... مصنفوں کی طرح دوات قلم لیکر بیٹھے اور کاغذ سیاہ کرتا رہے تاہم زمانہ کی ضرورتوں سے مجبور ہو کر کچھ تصانیف بطور یادگار چھوڑیں جنکے نام صحیفۃ الرضا صحیفۂ رضویہ۔ طب الرضا۔ فقہ الرضا وغیرہ ہیں جو آج تک آپ کی یادگار ہیں۔ اور تا قیام قیامت یادگار رہینگی:۔



# زوجہ اور اولاد!

آپ کی صرف ایک زوجہ تھیں۔ اور پانچ اولادِ ذکور۔ اور ایک اناث جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

امام محمد تقی علیہ السلام + حسن + جعفر + ابراہیم + حسین + اور دختر عائشہ :۔

# تاریخ وفات!

اس میں مورخین نے اختلاف کیا ہے بعض گیارہ ذیقعد اور بعض سترہ صفر بتاتے ہیں۔

اگر ۱۱ ذیقعد کو صحیح مانا جائے تو سن وفات ۲۰۲ھ ہے۔ اگر سترہ صفر کو قابل یقین سمجھا جائے تو سال وفات ۲۰۳ھ ہجری ماننا پڑے گا۔ علمائے ہندوستان نے ۱۱ ذیقعد ۲۰۲ھ ہجری کو صحیح مانا ہے۔ اور اہل ایران نے سترہ صفر ۲۰۳ھ ہجری کو درست مانا ہے :۔

واللہ اعلم

# زیارت

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا غَرِیْبَ الْغُرَبَاءِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُعِیْنَ الضُّعَفَاءِ وَالْفُقَرَاءِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَمْسَ الشُّمُوْسِ اَیُّهَا الْمَدْفُوْنُ بِاَرْضِ طُوْسٍ یَا سُلْطَانَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ یَا عَلِیَّ ابْنَ مُوْسَی الرِّضَا رُوْحِیْ وَجِسْمِیْ لَکَ الْفِدَاءُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

---

محمد الیاس
رضوی
جارچوی

# فہرست مضامین

# جنت یونیورسٹی کا کورس

| | | | |
|---|---|---|---|
| حقیقت ایمان قیمت ہر | سوانح ذوالجناح قیمت ۳ر | سردار جنت قیمت ۶ر | ننھا مجاہد قیمت ۳ر |
| بضعۃ الرسول قیمت ۸ر | مولود کعبہ قیمت عہ | یثرب کا شہزادہ قیمت ہہ | شبیہ پیغمبر قیمت عہ |
| قمر بنی ہاشم قیمت عہ | شہید امت قیمت ۶ر | بنی فاطمہ قیمت ۶ر | شب معراج قیمت ۷ |
| نور ساطع قیمت ۶ر | خونتابۂ دل قیمت عہ | فلسفۂ آل محمد حصۂ اول ۸ر | فلسفۂ آل [illegible] حصۂ دوئم ۸ |
| مدح لاجواب قیمت ۲ر | (ملنے کا پتہ) امیر بک ایجنسی قصبہ بجارچہ ضلع بلند شہر | | حل [illegible] قیمت |